شمارہ نمبر-۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

۲۰۲۳ء

سراج الامہ سُلطان الفقہاءرئیس المحدثین سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ

مجلّہ

آوازِ حق

شمارہ نمبر-۲

۲۰۲۳ء

اپنی آراء اور تجاویز نیز سوالات وغیرہ

اس واٹس ایپ نمبر پر بھیجیں۔

0302-8133768

محمد حسن

صحابہ کرام سے متعلق اہل ایمان کا عقیدہ

امام ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل المزنی (امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی کے نامور شاگرد رشید) فرماتے ہیں:

وَيُقَال بِفضل خَليفَة رَسُول اللهﷺأبي بكر الصّديق رَضِي الله عَنهُ فَهُوَ أفضل الْخلق وأخيرهم بعد النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ونثني بعده بالفاروق وَهُوَ عمر بن الْخطاب رَضِي الله عَنهُ فهما وزيرا رَسُول اللهﷺوضجيعاه فِي قَبره وجليساه فِي الْجنَّة ونثلث بِذِي النورين عُثْمَان بن عَفَّان رَضِي الله عَنهُ ثمَّ بِذِي الْفضل والتقى عَليّ بن أبي طَالب رَضِي الله عَنْهُم أَجْمَعِينَ ثمَّ البَاقِينَ من الْعشْرَة الَّذين أوجب لَهُم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الْجنَّة ونخلص لكل رجل مِنْهُم من الْمحبَّة بِقدر الَّذِي أوجب لَهُم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من التَّفْضِيل ثمَّ ل سَائِر أَصْحَابه من بعدهمْ رَضِي الله عَنْهُم أَجْمَعِينَ وَيُقَال بفضلهم ويذكرون بمحاسن أفعالهم ونمسك عَن الْخَوْض فِيمَا شجر بَينهم فهم خِيَار أهل الأَرْض بعد نَبِيّهم ارتضاهم الله عز وَجل لنَبيه وخلقهم أنصارا لدينِهِ فَم أَئِمَّة الدّين وأعلام الْمُسلمين فرَحْمَة الله عَلَيْهِم أَجْمَعِينَ۔ (شرح السنّه للمزنی ص85،86،87)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت کا عقیدہ رکھا جائے کہ وہ مخلوق میں سب سے افضل اور نبی کے بعد (امت محمدیہ) میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد دوسرے نمبر پر ہمارے نزدیک سیّدنا عمر الفاروق بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ یہ دونوں حضرات (سیّدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالی عنھما) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں ساتھی ہیں اور جنت میں آپ کے رفیق ہیں۔ تیسرا نمبر ہمارے ہاں حضرت ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے۔ پھر صاحبِ فضیلت اور متقی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے۔ پھر عشرہ مبشرہ میں سے باقی اصحاب جن کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے وجوب کا اعلان فرمایا ہے ان حضرات کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی فضیلت بیان فرمائی ہے ہم اس کے بقدر ان ہستیوں سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کے بعد باقی تمام صحابہ کو بھی ہم محبوب رکھتے ہیں۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔ ہم ان کی فضیلت کے قائل ہیں اور ان کے بہترین افعال کا تذکرہ کرتے ہیں نیز ان کے باہمی مشاجرات میں پڑنے سے بچتے ہیں۔ صحابہ کرام اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سے سب سے بہتر ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے نبی کے لئے چنا اور ان کو اپنے دین کا خدمت گار بنایا۔ صحابہ دینی پیشوا ہیں اور مسلمانوں کے مقتداء ہیں تمام صحابہ پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

غیر مقلدین کا ''نمازِ نبوی'' سے اختلاف

منی کی نجاست

حدیث نبوی:

ڈاکٹر شفیق الرحمٰن غیر مقلد نے مرکزی عنوان ''نجاستوں کی تطہیر کا بیان'' قائم کرکے اس کے ذیل میں لکھا ہے:

''امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی دھو دیتی تھی اور آپ اس کپڑے میں نماز پڑھنے تشریف لے جاتے تھے جب کہ دھونے کا نشان کپڑے پر ہوتا تھا'' (نمازِ نبوی صفحہ ٦٧)

یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے۔ (حاشیہ نمازِ نبوی)

منی کو دھو دینے والی اس حدیث کو ڈاکٹر صاحب ''نجاستوں کی تطہیر کا بیان'' کے تحت لائے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منی ناپاک ہے۔

غیر مقلدین:

لیکن اس حدیث کے بر خلاف غیر مقلدین کی رائے یہ ہے کہ منی پاک ہے۔

(بدور الاھلہ ص: ٥١، عرف الجادی ص: ١٠، کنز الحقائق ص: ١٦، نزل الابرار ١/٩٤)

عبد الرؤف سندھو صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''منی ناپاک نہیں۔'' (احناف کی چند کتب پر ایک نظر صفحہ ١٥٨)

کتے کا جھوٹا پانی

حدیثِ نبوی:

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کتا کسی کے برتن میں منہ ڈال جائے تو برتن کو سات دفعہ دھولے اور پہلی بار مٹی سے مانجھے۔'' (نمازِ نبوی صفحہ ٦٨)

صاحبِ حاشیہ نے اس حدیث کے ذیل میں **مسلم شریف** کا حوالہ دیا ہے۔ (حاشیہ نمازِ نبوی)

ڈاکٹر صاحب اس حدیث کو ''نجاستوں کی تطہیر کا بیان'' کے تحت لائے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔

غیر مقلدین:

لیکن اس کے برعکس بہت سے غیر مقلدین کی رائے یہ ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

امام آلِ غیر مقلدین وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے۔

(نزل الابرار: ۴۹/۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''کتے کا جھوٹا پاک ہے اور کتا نجس نہیں ہے''۔ (لغات الحدیث: ۲۳/۲: ذ)

نمازِ جمعہ کا وقت

حدیثِ نبوی:

ڈاکٹر صاحب ''نمازِ جمعہ کا وقت'' عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔''

(نمازِ نبوی صفحہ ۱۲۷)

غیر مقلدین:

لیکن اس حدیث کے خلاف غیر مقلدین کے ایک گروہ کی رائے ہے کہ نمازِ جمعہ زوال سے پہلے بھی پڑھنا درست ہے۔

(الروضتہ الندیہ ۱/۱۳۷، نزل الابرار: ۱۵۲/۱، فتاویٰ اہلحدیث ۲۲/۲)

مولانا داؤد ارشد صاحب لکھتے ہیں:

''نمازِ جمعہ زوال سے پہلے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔'' (حدیث اور اہل تقلید ۵۴۰/۲)

مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اگرچہ امام بیٹھ کر پڑھے

حدیث نبوی:

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

آپ ﷺ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور بیٹھ کر نماز ادا کی اور سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ سیّدنا ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرتے اور لوگ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتے۔(نمازِ نبوی صفحہ ۱۵۷)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر امام کسی مجبوری سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے جیسے کہ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ بخاری میں ہے لم یأمرھم بالقعود کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔(بخاری ۱/۹۶)

غیر مقلدین:

لیکن اس کے خلاف غیر مقلدین کے ایک گروہ کی رائے ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اہلحدیث کا یہی مذہب ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں''

(تیسر الباری ۱/۴۳۹)......مزید دیکھئے توضیح الکلام صفحہ ۷۴۱)

نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھیں

حدیث نبوی:

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ، سیّدنا ابو بکر، سیّدنا عمر اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی وہ بلند آواز سے بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی آپ بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم سراً(آہستہ) پڑھتے تھے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ (امام کے لیے) بسم اللہ زور سے پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں۔(نمازِ نبوی صفحہ ۱۹۰)

غیر مقلدین:

لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کے ایک گروہ کی رائے ہے کہ جہری نمازوں میں بسم اللہ اونچی آواز میں پڑھنی چاہیے۔

(عرف الجادی صفحہ ۳۶)

''جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے۔''(دستور المتقی صفحہ ۹۲)

مزید دیکھئے، بدیع التفاسیر فاتحہ کی بحث۔

تقلید کی اقسام اور ثبوت پہ عمدہ تحریر

تقلید کی تعریف

اول جاننا چاہیے کہ تقلید اس کو کہتے ہیں کہ کسی کے قول کا بدوں اسکی دلیل سمجھنے کے قبول و معمول کر لیوے تو سنو کہ

تقلید کی اقسام

ناجائز تقلید کونسی ہوتی ہے؟

تقلید کی دو نوع ہیں (یعنی دو قسمیں ہیں)

ایک نوع یہ ہے کہ مقلد کے قول پر کوئی حجت شرعیہ ہر گز نہ ہو بلکہ مخالف حکم تعالیٰ کے ہو محض ظن و تخمین مقلد کا ہو اور اس کو قبول کر لیوے باوجود مخالفت کے۔

ناجائز تقلید کی مثال

جیسا رسوم جاہلیت پر مشرکین عرب جمے ہوئے تھے اور سوائے هذا ما وجدنا عليه آباءنا کے کوئی دلیل نہ رکھتے تھے اور بمقابلہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی آبائی رسوم کو ضروری جانتے تھے سو یہ نوع تو شرک ہے باتفاق جملہ علماء امت کے اور جہاں قرآن و حدیث و اقوال علماء میں تقلید کا شرک ہونا وارد ہے یہی نوع مراد ہے۔

جائز تقلید کی تعریف

دوسری نوع یہ ہے کہ مومن ناواقف کسی مسئلہ شرعیہ سے اس مسئلہ کو کسی عالم معتبر سے پوچھے اور عالم اس کا جواب خواہ صریح نص سے یا اشارت یا دلالت سے استنباط کر کے دیوے اور دلیل اس مسئلہ کی سائل کو نہ بتاوے اور وہ سائل بدوں (بغیر) دلیل سمجھنے کے اس کو قبول کر کے عامل ہو۔

مذکورہ تعریف کی وضاحت

پس یہاں ہر اہل عقل پر روشن ہے کہ مسلم نے جو مسئلہ عالم معتبر سے پوچھا ہے تو وجہ یہی ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہ عالم حکم حق تعالیٰ سے جو اس واقعہ میں ہے ماہر ہے اور مجھ کو اس حکم حق تعالیٰ ہی سے مطلع کرتا ہے ہر گز کوئی حکم خلاف شرع کے نہ بتاوے گا ورنہ اگر اس کو معلوم ہو جاوے کہ یہ عالم خلاف شرع حکم بتاتا ہے تو ہر گز اس کے پاس بھی نہ جاوے اور نہ اس کے جواب کو کچھ اصل جانے۔ چنانچہ عوام کا حال مشاہد ہے کہ جس عالم کو صاحب غرض نفسانی جانتے ہیں اس سے مسئلہ ہر گز نہیں پوچھتے اور اس کے حق مسئلہ کا بھی اعتبار نہیں کرتے تو نہ اس سائل کی غرض سوائے حکم تعالیٰ کے دریافت کرنے کی ہے اور نہ عالم بجز حق تعالیٰ کے اپنے نزدیک بتاتا ہے تو یہ تقلید حق ہے۔

تقلید کا ثبوت عملی تواتر سے ہے

اور زمانہ صحابہ علیہم الرضوان سے لے کر آج تک اہل علم و ایمان میں شائع ذائع ہے اور یہ نوع تقلید بحکم کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے۔

تقلید کا ثبوت قرآن پاک سے

قال اللہ تعالی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اس آیت میں لفظ فاسئلوا صیغہ عام ہے کہ تمام افراد امت کو جس کو علم نہ ہو سوال کرنے کا عالم سے حکم بصیغہ امر ہوا ہے جو فرضیت کا ثبوت کرتا ہے۔

آیت سے تقلید جائز کی دونوں صورتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اور لفظ اہل الذکر کا اسم جنس ہے کہ واحد اور جمع پر اس کا اطلاق لغت میں ہوتا ہے تو یہ حکم سب کو ہوا جس اہل ذکر سے چاہو پوچھ لو خواہ وہ تمہارا مسؤل عنہ واحد ہو ہر ہر مسئلہ میں خواہ متعدد ہوں کہ کوئی مسئلہ کسی سے پوچھ لو اور کوئی مسئلہ کسی سے۔

تقلید شخصی

پہلی صورت کو تقلید شخصی کہتے ہیں کہ ایک شخص واحد کا مقلد ہو کر سب ضروریات دین اس سے ہی حل کرلے (تقلید غیر شخصی) اور دوسری صورت کو تقلید غیر شخصی کہتے ہیں کہ اپنی حل مشکلات دینی کو ایک شخص پر منحصر نہیں کیا بلکہ جس سے چاہا پوچھ لیا دونوں فرد تقلید کے داخل مطلق تقلید میں ہیں جو آیت فاسئلوا سے فرض ہوئی ہے کہ مطلق کے سب افراد فرضیت میں متساوی ہوتے ہیں اور جس کسی فرد پر عمل کرے دوسرے فرد پر عمل کرنا واجب نہیں رہتا بلکہ امتثال امر سے فارغ ہو جاتا ہے۔

پس آیت نے مطلق تقلید کو فرض کیااور عمل کرنے کا دونوں فرد پر جس پر چاہے مختار فرمادیا۔

تقلید کا ثبوت حدیث صحیح سے

على هذا حديث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما شفاء العى السوال الحديث۔
(سنن ابی داؤد:337)۔

مطلق سوال کو شفاناواقف کے فرماتے ہیں خواہ سوال تمام ضروریات کا ایک عالم سے ہو یا متعدد علماء سے جس سے دونوں نوع تقلید مطلق مفروض کی معمول ومفروض ہیں کہ جس پر چاہے عامل ہو کوئی فرد ممنوع نہیں ہو سکتے۔

مامور بہ کو شرک وبدعت کہنے والا پاگل ہی ہو سکتا ہے۔

کیونکہ کوئی عاقل ادنی فہم وعقل والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ مفروض مطلق کی کوئی فرد بدعت وشرک وحرام ہو یہ کام تو مجنون ولایعقل کا ہے کہ مامور کے افراد کو حرام بتادے کیونکہ شرک ضد فرض کی ہے پھر فرض کے تحت شرک کس طرح مندرج ہو سکتا ہے کہ یہ محال ہے عقلاً ونقلاً۔(تالیفات رشیدیہ ص517،518)

ایک نام نہاد محقق کا لطیفہ

امام ابو منصور بن محمد الفقیہؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن یمن کے علاقہ شہر عدن میں تھا کہ دیہات سے ایک صاحب تشریف لائے اور ہمارے ساتھ انہوں نے مذاکرہ کیااور اثناء گفتگو میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے سامنے بکری کھڑی کر لیتے تھے (نصب بين يديه شاة) میں نے اس کا انکار کیا تو وہ صاحب ایک لکھی ہوئی کتاب اٹھالائے اور اس میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے نصب بين يديه عنزة۔(معرفت علوم الحدیث للحاکم ص148 طبع القاہرہ)

لفظ عنزۃ اگر "ن" کے سکون کے ساتھ ہو تو اس کا معنی بکری کے ہوتے ہیں اور وہ صاحب یہی سمجھے تھے۔اور غلط عنزة نون کے فتح سے ہو تو اس کے معنی ایسی لاٹھی جس کے آگے لوہا لگا ہو۔آپ جب کھلی جگہ نماز پڑھاتے تو لاٹھی سامنے گاڑ دیتے تھے تاکہ سترہ بن جائے اور یہاں یہی مراد ہے اور یہ روایت بخاری ج1 ص71 وغیرہ میں موجود ہے۔(الکلام المفید ص ج220)

فضائل و مناقب سیّدنا معاویہؓ معتبر روایات وآثار سے

دوسری حدیث

أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ،قَالَ عُمَيْرٌ : فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا، قَالَتْ:أُمُّ حَرَامٍ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ ، قَالَ : أَنْتِ فِيهِمْ۔(صحیح البخاری حدیث:2924)

(مستدرک حاکم حدیث:8668 قال الحاکم حدیث صحیح علی شرط البخاری و قال الذہبی علی شرط البخاری و مسلم)

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو بحری سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے جنت کو) واجب کر لیا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی ؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

1۔ یہ روایت سند اور متن کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے

2۔اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام آجری المتوفیٰ 360 فرماتے ہیں:

بحری غزوہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے زمانے میں کیا تھا۔

وکان اوّل من غزاہ معاویة فی زمان عثمان

(الشّریعہ للآجری ج5 رقم 1922)

3۔امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان قائم فرمایا:

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِخْبَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاسٍ مِنْ أُمَّتِهِ يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ. وَشَهَادَتِهِ بِأَنَّ أم حرام بنت ملحان مِنْهُمْ- وَتَصْدِيقِ اللهِ سُبْحَانَهُ قَوْلَهُ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ۔

یہ باب اس بارے میں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے کچھ لوگوں کے بارے میں خبر دینا کہ وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے سمندر کا سفر کریں گے اور وہ ایسے بیٹھے ہوں گے جیسا کہ تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ وسلم کا

گواہی دینا کہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالی عنہا بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گی اور اللہ جل شانہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ (کی امارت کے زمانہ میں) کو سچا کر دکھانا۔

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ ام حرام رضی اللہ تعالی عنہا کی دونوں بشارتوں والی روایات کو ذکر فرمایا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی 450/6)

4۔ محدث مھلب فرماتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت موجود ہے کیونکہ سب سے پہلے بحری غزوہ انہوں نے ہی کیا تھا۔

فی ھذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر۔

(فتح الباری 102/6)

5۔ علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

کہ (اول جیش) سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ہے

اراد به جیش معاویة

(عمدۃ القاری 198/14)

6۔ امام ابن الملقن فرماتے ہیں:

آپ کے ارشاد ''اوجبو'' کا مطلب ہے کہ انہوں نے (اپنے لئے) جنت کو واجب کر لیا ہے۔

قوله: اوجبوا:یعنی الجنة

(التوضیح شرح الجامع الصحیح 661/17)

7۔ علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی 911 فرماتے ہیں:

یعنی انہوں نے ایسا فعل سرانجام دیا جس کی وجہ سے ان کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

اوجبوا ای فعلوا فعلا وجبت لھم به الجنة

(التوشیح 1962/5)

ایک اشکال اور اسکا جواب

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا فرمایئے کہ مجھے اس لشکر میں شامل فرمائے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی

کیا میں بھی اس لشکر میں شامل ہوں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تُو بھی اس لشکر کے ساتھ ہوگی۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

دونوں میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی جب آپ کی دعا قبول کرلی گئی تو آپ نے فرمادیا کہ ہاں تو اس لشکر میں شریک ہوگی۔

(فتح الباری 76/11)

8۔ سیّدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں جب سیّدنا معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ شام کے حاکم تھے تو آپ نے سیّدنا عمر رضی اللہ ہو تعالی عنہ سے بحری غزوہ کی اجازت طلب کی لیکن سیّدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت مرحمت نہیں فرمائی سیّدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد جب سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ خلیفہ بنے تو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر اجازت مانگی سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ بحری غزوہ کے لیے جانا ہے جو خوشی سے تیار ہو جائے اس کو ساتھ لے جاؤاور کسی کو اپنے ساتھ زبردستی مت لے جانا۔

(فتح الباری 76/11ء75)

9۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس عظیم غزوہ میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی شریک تھیں۔ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالی عنہا کا اس میں شریک ہونااور پھر اسی غزوہ میں شہادت کا رتبہ حاصل کرلینا معروف ہے ہی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت فاختہ بنت قرظہ بھی اس غزوہ میں شریک تھیں۔

صحیح البخاری میں ہے:

قَالَ أَنَسٌ : فَتَزَوَّجَتْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ ، فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ فَلَمَّا ، قَفَلَتْ رَكِبَتْ دَابَّتَهَا فَوَقَصَتْ بِهَا ، فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ۔(صحیح البخاری حدیث: 2877)

10۔ اس غزوہ میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں شریک چند نامور اور جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت ابوذر غفاریء حضرت ابوالدرداء حضرت عبادہ بن صامتء حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالی عنھم

(عمدۃ القاری 87/14)

(جاری ہے)

محمد فیصل کریم

مردہ پیدا ہونے والے بچہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی
(دلائل کی روشنی میں)

محترم قارئین! حسن بن عمار الشرنبلاني الحنفي (المتوفی ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

و من استهل سمى وغسل و صلى عليه و ان لم يستهل غسل في المختار و ادرج في خرقة و دفن و لم يصلي عليه۔ (نور الایضاح، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ ص:138)

ترجمہ: اور جو بچہ (پیدائش کے وقت) چلایا اس کا نام رکھا جائے، غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے اور اگر نہ چلائے تو غسل دیا جائے، مختار مذہب کی رو سے، اور لپیٹا جائے ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔

دلیل۔1

عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ السِّقْطِ، يَقَعُ مَيِّتًا أَيُصَلَّى عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا حَتَّى يَصِيحَ، فَإِذَا صَاحَ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوَرِثَ۔ (مصنف عبد الرزاق الصنعاني رقم:6599)

ابو اسحاقؒ بیان کرتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مردہ پیدا ہونے والے بچہ کے بارے میں دریافت کیا گیا: کیا اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! جب تک وہ چیخ کر نہیں روتا جب وہ چیخ کر روئے گا تو اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی اور اس کی وراثت کے احکام بھی جاری ہوں گے۔

یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے، راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں!

1۔امام عبد الرزاقؒ: ثقہ

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:

يَحيَى بْنَ مَعِين يَقُولُ: عَبْدالرَّزَّاق, ثقةٌ, لا بَأْسَ بِهِ۔ (الکامل لابن عدی 539/6)

2۔اسرائیل ابن یونسؒ: ثقہ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: إسرائيل ابن يونس ابن أبي إسحاق السبيعي الهمداني أبو يوسف الكوفي ثقة

(تقریب التھذیب رقم: 401)

3۔ابو اسحاق السبیعیؒ: ثقہ

آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے مرکزی راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ خیر القرون کے ثقہ، مکثر اور عابد راوی ہیں، البتہ ان کا آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ (تقریب التھذیب: رقم 5065)

سند میں ابو اسحاق السبیعیؒ ہیں، جو مدلس اور مختلط ہیں۔

اولاً: ابن عبد البر المالکی فرماتے ہیں کہ وسمع من أكثر من عشرين من الصحابة منهم ابن عمر

(کتاب الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى 384/1)

آپ نے بیس سے زیادہ صحابہ سے سماع کیا ہے جن میں ابن عمرؓ بھی شامل ہیں۔

ثانیاً: ابو اسحاق السبیعیؒ کی متابعت دوسری روایت میں حضرت نافع کر رہے ہیں، لہذا یہاں تدلیس کا الزام باطل ہے۔

وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَبِي طَالِبٍ، أنبأ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، أنبأ عَبْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، " أَنَّهُ كَانَ لَا يُصَلِّي عَلَى السَّقْطِ حَتَّى يُسْتَهَلَّ"۔ (السنن الكبرى البيهقي رقم 6792)

اس سند میں ایک راوی ہے عبد اللہ العمریؒ جو مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے ان کی تضعیف کی ہے لیکن ان کی روایت شواہد اور متابعت میں قبول ہے۔

ضعيف يعتبر به فى المتابعات و الشواهد۔ (تحریر تقریب التھذیب 242/2)

نیز ان کی متابعت مذکورہ سند میں اسرائیل ابن یونسؒ نے کیا ہے۔

غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں کہ عبد اللہ العمری کی حضرت نافع سے روایت حسن ہوتی ہے۔

(تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء ص 62)

لیکن یہاں ایک علت خفی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو اسحاق السبیعیؒ مختلط ہیں۔

چنانچہ سند میں اسرائیل ابن یونسؒ ہیں اور یہ ابو اسحاق السبیعیؒ سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔

اگر کوئی راوی مختلط ہے لیکن اس سے روایت کرنے والا راوی اگر صحیحین میں ہے تو یہ محدثین کے نزدیک یہ قبل اختلاط مانا جاتا ہے۔

ابن الصلاح الشہرزوری لکھتے ہیں: ''واعلم أن من كان من هٰذا القبيل محتجاً بروايتة فى الصحيحين أو أحدهما فإنا نعرف على الجملة أن ذلک مما تميز و كان مأخوذاً عنه قبل الإختلاط، والله أعلم'' اور جان لو کہ جو راوی اس قسم کا ہو اور اس کی روایت صحیحین یا کسی ایک میں بطور حجت موجود ہو تو ہم بالجملہ یہ جانتے ہیں کہ اس میں تمیز کیا گیا ہے اور یہ (اس کے) اختلاط سے پہلے اخذ کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم

(مقدمۃ ابن الصلاح و محاسن الاصطلاح 664)

سند میں اسرائیل ابن یونسؒ ہیں اور ابو اسحاق السبیعیؒ سے بخاری شریف کے اندر روایت نقل کر رہے ہیں ۔(بخاری شریف رقم : 4512)

دلیل۔2

امام بخاریؒ نے تعلیقاً یہ روایت ذکر کی ہے کہ

قال ابن شهاب:" يصلى على كل مولود متوفى، وإن كان لغية من اجل انه ولد على فطرة الإسلام يدعي ابواه الإسلام او ابوه خاصة، وإن كانت امه على غير الإسلام إذا استهل صارخا صلي عليه ولا يصلى على من لا يستهل من اجل انه سقط الخ ۔

ابن شہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر مرنے والے بچے پر نماز پڑھی جائے گی، خواں وہ زانیہ ہی کا کیوں نہ ہو، کیونکہ بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین یا صرف والد مسلمان ہونے کا مدعی ہو اور اس کی والدہ اسلام پر نہ ہو اور بچہ چلا کر رو دے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور جو چلا کر نہ روئے تو اس کے لئے نماز نہیں، کیونکہ وہ ساقط شمار ہو گا۔

(بخارى 181/1، رقم: 1358)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ تَعْلِيقًا، وَوَصَلَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ۔(التلخیص الحبیر 232/2)

کہ امام بخاریؒ نے زھریؒ کے قول کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور ابن ابی شیبہؒ نے اس کو باسند ذکر کیا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند یوں ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي الْمَوْلُودِ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَا يُوَرَّثُ حَتَّى يَسْتَهِلَّ۔(مصنف ابن ابى شيبه رقم:11600 اسناده صحيح)۔

ترجمہ: حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ نو مولود کی نماز جنازہ نہیں ادا کی جائے گی اور نہ ہی وہ وارث بنایا جائے گا جب تک کہ وہ نہ چیخے۔

راویوں کی توثیق

1_عبدالاعلیٰؒ۔(ثقہ ہیں۔التقریب3734)

2_معمر بن راشدؒ۔(ثقہ ہیں۔التقریب6809)

3_ابن شہاب الزہریؒ۔(الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ۔التقریب6296)

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سنت کو جاننے والے تھے چنانچہ:

امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ(المتوفٰی 101)فرماتے ہیں:"عليكم بابن شهاب هذا فانكم لاتلقون أحدا أعلم بالسنة الماضية منه"تم پر ضروری ہے کہ تم اس ابن شہابؒ کو لازمی پکڑو کیونکہ ان سے زیادہ ماضی کی سنت کو جاننے والا تم نے نہیں پایا ہوگا۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:72/8 واسنادہ صحیح)

ہر سوال کا جواب دینے والا.......پاگل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جو شخص لوگوں کے پوچھے جانے والے ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے وہ مجنون (پاگل،دیوانہ) ہے۔

أنا أبو عمر بن مهدي , وأبو القاسم عبد العزيز بن محمد بن جعفر العطار , قالا: نا عثمان بن أحمد الدقاق , نا يحيى بن أبي طالب , أنا عمرو بن عبد الغفار , نا الأعمش عن شقيق , عن عبد الله , قال: «من أفتى الناس في كل ما يسألونه فهو مجنون

(الفقیہ والمتفقہ 416/2)

مسئلہ کا جواب معلوم ہو تو بتلادے اور اگر معلوم نہ ہو تو کہہ دے لا ادری (میں نہیں جانتا)

غلط فتوی دے کر دوسروں کا گناہ اپنے سر نہ لے۔

کیا اللہ سبحان وتعالیٰ کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے
والعیاذ با اللہ

اللہ تعالیٰ کے لیے نہایت اور اختتام ماننے کا عقیدہ

پچھلے مضمون میں ہم نے حافظ ابن تیمیہ اور الدارمی وغیرہ کی عبارات پیش کی تھیں جن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو فرشتوں کی طرف سے اٹھائے جانے کا عقیدہ ذکر کیا تھا آج کے مضمون میں ہم اس عقیدے کو بیان کریں گے کہ ان کے ہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نہایت واختتام سے متصف ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ہاں ایک محدود مقداری شے ہے وہ جس کا وجود ایک مخصوص جگہ تک اپنے محدود حجم کی وجہ سے سمٹا ہوا اور اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ اس مخصوص جگہ کے علاوہ باقی جگہوں میں نہیں ہوتا کیونکہ باقی جگہوں سے پہلے اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے نتیجتاً باقی جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں ہوتا۔

(یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالی چونکہ جسم ، جسمانیات اور مادی خصوصیات سے منزہ ہے اس لیے نہ اس کو محدود حجم میں ماننا درست ہے اور نہ غیر محدود حجم کے ساتھ جس طرح وہ وزن وغیرہ کی اکائیوں سے منزہ ہے)۔

بہر حال اس چیز کو یہ حضرات حد کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لفظ سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے کنارے، اطراف اور نہایات ہیں۔

غیر مقلدین اور ان کے اسلاف (حافظ ابن تیمیہ، الدارمی) وغیرہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے حسی وجہت کی بلندی مانتے ہیں۔ یعنی اللہ کے بارے میں اس اعتقاد کے پرچار کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ پاک ایک جگہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور وہ جگہ عرش کے قریب ہے۔ اس لیے ان کے ہاں اللہ تعالیٰ سے حسی اور فاصلے کی دوری اور نزدیکی بنتی ہے چنانچہ جو لوگ ان کے ہاں اوپر ہوں وہ اللہ کے زیادہ قریب ہونگے کیونکہ وہ خدا کے ذات کے اختتامی حدود اور اطراف کے زیادہ قریب ہیں۔ اس کے لیے مثال بھی دیتے ہیں کہ مینار کا سرا خدا کے زیادہ قریب ہے بنسبت اس کے نچلے حصے کے اور اسی لحاظ سے جو کفار چاند پر یا کسی خلائی شٹل یا اسپیس اسٹیشن پر ہونگے وہ ان کے بقول مسلمانوں سے زیادہ اللہ کے قریب ہونگے۔ بہر حال اس بارے میں ان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں!

پہلی عبارت

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وأما وصفه بالحد والنهاية، الذي تقول أنت أنه معنى الجسم، فهم فيه كسائر أهل الإثبات على ثلاثة أقوال:منهم من يثبت ذلك، كما هو المنقول عن السلف والأئمة
[ابن تيمية ,بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية ,287/1]

ترجمہ: اور رہا اللہ کو حد اور انتہاء (اختتام) سے موصوف کرنا جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ یہ جسم کا معنی ہے تو وہ (یعنی حنابلہ) اس بارے میں ان سب صفات کو ثابت کرنے والوں کی طرح تین اقوال رکھتے ہیں: بعض وہ ہیں جو اس کو ثابت مانتے ہیں جیسا کہ یہ بات سلف اور آئمہ سے منقول ہے۔ (انتہی)

یعنی: آئمہ و سلف اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انتہاء و حد سے متصف ہے آگے انہوں نے باقی دو قول بھی ذکر کیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ بعض انتہاء و حد کی نفی کرتے ہیں اور بعض نہ اثبات کرتے ہیں نہ نفی لیکن جیسا کہ ظاہر ہے انتہاء اور حد کو ماننے کا قول ابن تیمیہ کے مطابق آئمہ اور سلف کا ہے اس لیے ابن تیمیہ کے ہاں بھی یہی قول مقبول ہے۔ یہاں انہوں نے انتہاء کا لفظ بھی صراحتاً لکھا ہے جس سے ان کا حد سے مراد انتہاء ہونا بغیر کسی تامل کے واضح ہوتا ہے۔ لیکن سلفی محشی نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

(حد الشئ منتھی الشئ انظر مختار الصحاح ص 126/125)

یعنی کسی چیز کی حد اس کی جائے اختتام و انتہاء ہے یعنی جہاں پر وہ ختم ہو جاتا ہے۔

دوسری عبارت

پیچھے گزر چکا کہ ابن تیمیہ کے ہاں اللہ کے لیے حد ماننا سلف اور آئمہ کا عقیدہ ہے اور ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ اور غیر مقلدین سب اپنے آپ کو سلف کے عقیدے پر ہی مانتے ہیں۔ اب آگے سلف کے عقیدے میں حد کی کیا تشریح و تفصیل ہے۔ وہ ملاحظہ فرمائیں!

آگے جو عبارت ہم ذکر کرنے والے ہیں اس میں قاضی ابو یعلیٰ اور ابن تیمیہ کا آپس میں اختلاف مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک سائیڈ سے محدود و ختم شدہ ہے یا چھ اطراف میں بقول قاضی ابو یعلیٰ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نچلا حصہ عرش کے سامنے ہونے کی وجہ سے محدود ہے اس لیے کہ اس کے سامنے عرش ہے جبکہ باقی پانچ اطراف میں چونکہ اس کے سامنے کسی مخلوق کی آڑ نہیں ہے اس لیے وہ باقی اطراف میں پھیلا ہوا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

جبکہ ابن تیمیہ اس پر اپنے ریمارکس دیتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا محدود ہونا صرف اور صرف عرش والی سائیڈ کے ساتھ خاص نہیں (مطلب ان کے ہاں اللہ تعالیٰ باقی اطراف میں بھی اختتام پذیر و محدود و متناہی ہے) اس حوالے سے عبارت نقل کرنے سے پہلے ایک تمہیدی بات یاد رکھیں کہ دراصل امام احمد سے یہ حضرات اللہ کے لیے حد کے تعلق سے دو قول نقل کرتے ہیں ایک نفی کا دوسرا اثبات کا اب دونوں میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جہاں پر انہوں نے حد ثابت کیا ہے اس سے مراد خدا کی ذات کا نچلا حصہ ہے کیونکہ وہی عرش کے سامنے اور اس کے محاذات میں ہے جبکہ باقی حصے یعنی دائیں بائیں آگے پیچھے اور اوپر کے جو حصے ہیں تو ان کے سامنے عرش جیسی کوئی مخلوق نہیں لہذا وہ ان سب اطراف میں پھیلا ہوا ہے۔ اس پر ابن تیمیہ رد کرتے ہیں کہ دراصل امام احمد نے جہاں پر حد کی نفی کی ہے تو وہاں مطلقا نفی نہیں کی بلکہ یوں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی کوئی حد نہیں ہے جو مخلوق کو اور بندگان خدا کو معلوم ہو۔ یعنی حد تو ہے لیکن وہ مخلوق کو معلوم نہیں۔ جبکہ عرش کی سائیڈ میں خدا کا محدود ہونا تو بندوں کو بھی معلوم ہے کہ خدا کی حد اس طرف سے عرش ہے اس لیے امام احمد کا یہ فرمانا کہ وہ حد لوگوں کو معلوم نہیں ہے اس سے خدا کا مطلق حد مراد ہے جو صرف عرش والی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے (یعنی باقی جہات میں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے حدود ہیں) چنانچہ ابن تیمیہ قاضی ابو یعلیٰ کا قول نقل کرتے ہیں:

فالموضع الذي قال إنه على العرش بحد معناه أن ما حاذى العرش من ذاته هو حد له وجهة له والموضع الذي قال هو على العرش بغير حد معناه ما عدا الجهة المحاذية للعرش وهي الفوق والخلف والأمام واليمنة واليسرة۔

[ابن تیمیه، بیان تلبیس الجهمية فی تأسیس بدعهم الكلامية،24/3]

ترجمہ: پس جہاں پر امام احمد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے حد کے ساتھ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی ذات میں سے وہ حصہ جو عرش کے محاذات یعنی عرش کے سامنے ہے وہ اس کا حد اور جہت ہے۔ اور جہاں پر امام احمد نے فرمایا کہ اللہ عرش پر ہے بغیر حد کے تو اس سے مراد خدا کی ذات کے وہ اطراف ہیں جو عرش کے سامنے والی سائیڈ کے علاؤہ ہیں اور وہ اوپر پیچھے آگے اور دائیں بائیں والی ہیں (انتہی) اس عبارت میں واضح بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں سے جو عرش کے سامنے ہے وہ تو محدود ہے لیکن باقی اطراف جیسا کہ دائیں بائیں آگے پیچھے اور اوپر کے حصے تو وہ محدود نہیں ہیں اور پھر اس پر دلیل بھی دیتے ہیں کہ خدا کے نچلے حصے اور ذات باری تعالیٰ کے باقی حصوں میں یہ فرق ہے کہ نچلا حصہ عرش کے بالمقابل اور عرش کے سامنے ہے جیسا کہ دلیل سے ثابت ہے (دلیل سے ان کی مراد وہ آیات واحادیث ہیں جن میں استواء وعلو کا ذکر ہے اس سے یہ لوگ یہی مراد

لیتے ہیں کہ خدا کا نیچے عرش ہے یعنی خدا کے نچلے حصے کے سامنے عرش ہے)اور عرش چونکہ محدود ہے تو یہ درست ہوا کہ خدا کی ذات میں سے جو حصہ عرش کے سامنے ہو وہ بھی حد و جہت میں ہو چنانچہ لکھتے ہیں:

وكان الفرق بين جهة التحت المحاذية للعرش وبين غيرها ما ذكرنا أن جهة التحت تحاذي العرش بما قد ثبت من الدليل والعرش محدود فجاز أن يوصف ما حاذاه من الذات أنه حد وجهة۔(ایضاً)

اور نچلا حصہ جو عرش کے سامنے ہے اس میں اور باقی حصوں میں فرق وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ نچلا طرف عرش کے سامنے ہے کیونکہ یہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے اور عرش محدود ہے پس یہ درست ہوا کہ ذات باری تعالیٰ کا جو حصہ اس کے سامنے ہو وہی حد و جہت ہو۔(انتہی)

آگے لکھتے ہیں: وليس كذلك فيما عداه لأنه لا يحاذي ما هو محدود بل هو مار في اليمنة واليسرةوالفوق والامام و الخلف الى غير غاية فلهذا لم يوصف واحد من ذلك بالحد والجهة۔

[ابن تيمية ، بيان تلبيس الجهمية فى تأ سيس بدعهم الكلامية،25/3]

ترجمہ: اور نچلے حصے کے علاوہ باقی حصے اس طرح نہیں ہیں کیونکہ ان کے سامنے کوئی محدود چیز نہیں ہے بلکہ وہ دائیں بائیں اوپر اور پیچھے کی جہتوں میں بغیر کسی انتہاء کے پھیلا ہوا ہے اس لیے ان میں سے کوئی بھی حصہ حد اور جہت سے موصوف نہیں ہوتا۔

آگے مزید تصریح ملاحظہ کریں!

وجهة العرش تحاذي ما قابله من جهة الذات ولم تحاذ جميع الذات لأنه لا نهاية لها۔

[ابن تيمية، بيان تلبيس الجهميه فى تأسيس بدعهم الكلامية25/3]

ترجمہ: اور عرش کی جہت ذات باری تعالیٰ کے اسی حصے کے سامنے ہے جو اس کے بالمقابل ہو جبکہ وہ تمام ذات کے سامنے نہیں ہے کیونکہ تمام ذات کا انتہاء نہیں ہے۔(انتہی)

اس عبارت پر غور کریں اس میں انتہائی واضح الفاظ میں بتایا کہ عرش خدا کے پورے ذات کے سامنے نہیں ہے "ولم تحاذ جميع الذات" یعنی خدا کے بعض حصے کے سامنے ہے اور پہلے گزر چکا کہ چونکہ عرش محدود ہے لہٰذا ان کا کہنا ہے کہ خدا کا صرف اتنا حصہ ہی محدود و متناہی ہے اس پر ابن تیمیہ اختلاف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا محدود ہونا صرف اسی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ولو كان مراد أحمد رحمه الله الحد من جهة العرش فقط لكان ذلك معلومًا لعباده فإنهم قد عرفوا أن حده من هذه الجهة هو العرش فعلم أن الحد الذي لا يعلمونه مطلق لا يختص بجهة العرش۔
[ابن تيمية ، بيان تلبيس الجهمية فی تأسيس بدعهم الكلامية ، 26/3]

ترجمہ: اگرامام احمد کا مقصد و مراد اللہ تعالیٰ کو صرف اور صرف عرش کی جہت میں محدود ماننا ہوتا تو تب تو اللہ کا حد بندوں کو بھی معلوم ہوتا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا کا حد اس جہت سے عرش ہی ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حد جو بندوں کو معلوم نہیں ہے وہ مطلق ہے اور صرف عرش والی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔(انتہی)

اس عبارت کی وجہ اور وضاحت ہم نے پیچھے بیان کر دی ہے کہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ امام احمد نے اللہ کو صرف عرش والے سائیڈ کے ساتھ محدود نہیں کہا کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ کا حد مخلوق کو معلوم نہیں اور ہم تو عرش والی سائیڈ میں خدا کا حد جانتے ہیں۔ تو جو حد بندوں کو معلوم نہیں ہے وہ مطلق ہے اور وہ صرف نچلے حصے کے ساتھ خاص نہیں مطلب یہ ہوا کہ ان کے ہاں خدا تمام اطراف میں محدود ہے۔

ابن تیمیہ کے مطابق امام احمد کے قول کا مطلب صرف ایک سائیڈ میں خدا کو محدود قرار دینا ان کے الفاظ کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: قلت هذا الذي جمع به بين كلامي أحمد وأثبت الحد والجهة من ناحية العرش والتحت دون الجهات الخمس يخالف ما فَسَّر به كلام أحمد أولاً
[ابن تيمية ,بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية ,25/3] من التفسير المطابق لصريح ألفاظه۔

ترجمہ:(ابن تیمیہ کہتے ہیں)

میں کہتا ہوں کہ یہ جو قاضی ابو یعلیٰ نے امام احمد کے دو اقوال کو جمع کرنے کی توجیہ بیان کی ہے اور اللہ کے لیے صرف عرش والے سائیڈ سے حد و جہت ثابت کیا ہے باقی پانچ اطراف کو چھوڑ کر تو یہ اس تفسیر کے خلاف ہے جو انہوں نے پہلے بیان کی ہے جو کہ ان کے صریح الفاظ کے موافق ہے۔(انتہی)

اور اوپر ہم نے بیان کیا کہ ابن تیمیہ کے ہاں دراصل امام احمد اللہ کو جو محدود مانتے ہیں تو وہ صرف عرش والی سائیڈ میں یعنی صرف نچلے حصے کو محدود نہیں مانتے بلکہ مطلقاً محدود مانتے ہیں یعنی تمام چھ اطراف میں قارئین جب بھی ابن تیمیہ کی عبارات پڑھیں تو ان میں ان الفاظ کی اہمیت ہر گز نظر انداز نہ کریں۔ وأثبت الحد والجهة من ناحية العرش والتحت دون الجهات الخمس۔ (یعنی صرف عرش والی سائیڈ میں حد ثابت کرنا باقی پانچ اطراف کو چھوڑ کر) ولو كان مراد

أحمد رحمه الله الحد من جهة العرش فقط(یعنی اگرامام احمد کا مقصد صرف عرش کی جہت سے خدا کی حد ثابت کرنا ہوتا..الخ)صرف کا لفظ بہت اہم ہے۔أن الحد الذي لا يعلمونه مطلق لا يختص بجهة العرش

[یعنی خدا کا جو حد بندوں کو پتہ نہیں ہے وہ صرف عرش والی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے]

ان تمام عبارات میں آپ کو واضح نظر آئے گا کہ حافظ ابن تیمیہ دراصل قاضی ابو یعلی کے ساتھ صرف اسی نقطے میں اختلاف کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو صرف عرش کی سائیڈ سے محدود نہ مانو خدا کا وہ حصہ جو عرش کے سامنے ہے صرف اسی سائیڈ سے اللہ کو محدود نہ مانو اس کا حد صرف اس جہت کے ساتھ خاص نہ کرو کیونکہ یہ والا حد تو سب کو معلوم ہے اور امام احمد تو کہتے ہیں کہ اس حد کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں ہے لہذا وہ مطلق ہے اور صرف عرش والی سائیڈ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔یعنی باقی اطراف میں بھی اللہ محدود ہے۔

تیسری عبارت

غیر مقلدین کے ہاں عقیدے میں معتبر امام الدارمی لکھتے ہیں:و ادعى المعارض انه ليس لله حد و لا غاية و لا نهاية۔(نقض الدرامی ص:76)

یعنی ہمارے مخالف کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ تو حد نہ غایت وانتہاء ہے پھر آگے حد و نہایت و انتہاء ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فَالشَّيْءُ أَبَدًا مَوْصُوفٌ لَا مَحَالَةَ وَلَا شَيْءٌ يُوصَفُ بِلَا حَدٍّ وَلَا غَايَةٍ وَقَوْلُكَ: لَا حَدَّ لَهُ يَعْنِي أَنَّهُ لَاشَيْءٌ۔الدارمي، أبو سعيد، نقض الإمام أبي سعيد عثمان بن سعيد على المريسي الجهمي العنيد فيما افترى على الله عز وجل من التوحيد، ١/٢٢٣]

ترجمہ: پس شئ ہمیشہ موصوف ہوتا ہے اور کوئی شئ بغیر حد اور انتہاء کے موصوف نہیں کیا جاسکتا اور تمہارا کہنا کہ اللہ کے لیے حد نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کوئی شئ ہی نہیں ہے پھر آگے انہوں نے کہا ہے کہ خدا کے لیے بھی حد یعنی انتہاء ہے اور اس کے مکان کے لیے بھی حد وانتہاء ہے۔

قال ابو سعيد والله تعالىٰ له حد.....و لمكانه ايضا حد (ايضا)

یعنی اللہ کے لیے بھی حد ہے اور اس کے مکان کے لیے بھی حد ہے اور یہ معلوم ہے کہ حد سے ان کی مراد انتہاء واختتام ہی ہے

چنانچہ یہی صاحب اپنی کتاب الرد علی الجھمیہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں: تزعمون ان الهكم الذى تعبدون فى كل مكان واقع على كل شئ لا حد له و لاالمنتهى عندكم۔(الرد على الجهمية ص: 49)

ترجمہ: تمہارا یہ خیال ہے کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو وہ ہر جگہ ہے ہر چیز پر واقع ہے اور اس کا کوئی حد نہیں ہے اس کا کوئی انتہاء نہیں ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات کو متناہی اختتام پذیر ماننا محدود ماننا۔ یہ اگر کیفیت نہیں ہے تو آخر کیفیت کس چیز کا نام ہے۔ بہر حال اس تحریر کا اختتام ہم غیر مقلدین کے معروف عالم شیخ البانی صاحب کے ایک تبصرے سے کرتے ہیں جنہوں نے الدارمی کی ایسی باتوں اور نظریات پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما کر ان کی سنگینی کو بھی واضح کیا چنانچہ امام عبداللہ بن مبارک سے حد کا قول نقل کرنے کے بعد اس کی تائید کرنے کی کوشش کرتے ہوئے الدارمی نے جب لکھا:

قال ابو سعيد رحمه الله و الحجة لقول ابن المبارك رحمه الله قول الله تبارك و تعالي و تري الملائكة حافين من حول العرش فلما ذا يحفون حول العرش الا لأن الله عزوجل فوقه و لو كان في كل مكان لحفوا بالامكنة كلها لا بالعرش دونها ففي هذا بيان للحد۔
(الرد على الجهمية للدارمي ص 50)

اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے قول کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد بھی ہے کہ تم (قیامت کے دن) فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں پس فرشتے عرش کے گرد کیوں حلقہ بنائے ہوئے ہونگے ؟ اس کی وجہ کچھ اور نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہوگا اور اگر اللہ ہر جگہ ہوتا تو فرشتے ہر جگہ حلقہ بنائے ہوئے ہوتے نہ کہ صرف عرش کے گرد پس اس میں حد کا بیان ہے (انتھی) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ البانی لکھتے ہیں: کہ الدارمی کی اس عبارت سے اس بات کا توہم ہوتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالی کا احاطہ کیے ہوئے ہونگے (جو کہ حلقہ بنانے اور پھر اسے حد کا معنی دینے سے واضح ہوتا ہے) اور سلف و خلف دونوں کے ہاں یہ بات قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی بلکہ اللہ ہی ہر چیز پر احاطہ کرنے والا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اس بات کی تصریح ہے۔ پس کاش کہ مؤلف (الدارمی) امور غیبیہ کے بارے میں کلام کرنے میں اور اس میں قیاس اور استنباط اور تفاصیل میں پڑتے ہوئے اتنی وسعت سے کام نہ لیتے خاص کر وہ امور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی سات سے متعلق ہیں اور میں ہر گز یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ اس قسم کے توسع کا سلف کے مذہب کے ساتھ کوئی دور یا نزدیکی کوئی تعلق بنتا ہے....الخ هذا قد يوهم احاطة الملائكة بالله تبارک و من المقطوع به لدى السلف و الخلف انه لا يحيط به تعالىٰ شئ ......الخ۔[حاشية الرد على الجهميه ص 50]

جناب ارشاد الحق اثری غیر مقلد.......اپنی تحریرات کے آئینے میں

صحیح مسلم شریف کی ایک اور روایت پر تنقید

موصوف اثری صاحب رقمطراز ہیں:

چنانچہ صحیح مسلم باب ما یفعل باالھدی اذا عطب فی الطرایق[۱/۲۷] میں ایک روایت اس سند سے منقول ہے: " حدثنی ابو غسان المسمعی حدثنا عبد الاعلی حدثنا سعید عن قتادۃ عن سنان بن سلمۃ عن ابن عباس الخ۔ امام دار قطنی فرماتے ہیں: ''قتادہ نے سنان سے سنا نہیں۔'' [الالتزامات:۷۸]۔

علامہ الخزرجی لکھتے ہیں کہ: مسلم کی یہ روایت معلول ہے کہ قتادہ نے سنان سے نہیں سنا، جیسا کہ ابن قطان اور ابن معین نے کہا ہے۔[الخلاصۃ: ۱/۱۳۵]

مزید دیکھیے نصب الرایہ ۳/۱۶۲، غرر فوائد المجموعۃ: ص: ۳۸۰,۳۸۳ تحفۃ الاشراف: ۳/۱۳۵] ۔

لیجیے جناب! اس روای کو امام یحییٰ بن معین، ابن حبان دار قطنی وغیرہ نے معلول قرار دیا ہے اور صراحت کی ہے کہ قتادہ نے سنان سے یہ روایت نہیں سنی بلکہ اس سے ملاقات ہی نہیں۔(توضیح: ۲۰۲، ۲۰۳)۔

لیجیے جناب! مسلم شریف کی یہ روایت بھی معلول ہے، نہ یہاں صحیحین کی عظمت ملحوظ رہی اور نہ ہی اپنا مسلم اصول(صحیحین کی تمام مسند احادیث صحیح اور انہیں تلقی بالقبول حاصل ہے) پیش نظر رہا۔ اثری صاحب کا پسندیدہ شعر حاضر خدمت ہے!

دونوں عالم سے دل مضطر نے تجھ کو کھو دیا
ہوگئی اس کی بدولت آبرو ، پانی تیری

(مولانا سرفراز اپنی تصانیف کے آئینہ میں: ۲۶ نومبر ۲۰۰۸)

صحیح مسلم شریف کی ایک اور روایت پر نظرِ عنایت:

جناب ارشاد الحق اثری صاحب تحریر فرماتے ہیں: اس لیے ''فصاعداً'' اور "ما زاد'' اور سورۃ معھا وغیرہ کی جو ضعیف اور شاذ روایات جناب صفدر صاحب نے پیش کی ہیں۔[حاشیہ توضیح الکلام: ۱۳۹]۔

نیز اثری صاحب کی یہ عبارت بھی پیش نظر رہے جو انہوں نے اعتراض ''اس حدیث کے آخر میں ''فصاعداً'' کے الفاظ مروی ہیں اور یہ زیادت امام معمر سے صحیح مسلم، ابو عوانہ اور نسائی وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے، اور امام معمر ثقہ اور حجت ہیں۔'' کے جواب میں رقم فرمائی: ''ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ امام معمر بلا شبہ ثقہ اور ثبت تھے، مگر محدثین کی تصریحات کے مطابق بعض روایات میں ان سے خطا ہوئی ہے۔'' [توضیح الکلام: ۱۳۱]

چند صفحات آگے چل کر لکھتے ہیں: اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی '' فصاعداً '' کے لفظ سے مازاد علی الفاتحۃ کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ [توضیح الکلام: ۱۳۶]۔

اثری صاحب نے حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کے متعلق لکھا: کہاں یہ اصول کہ صحیحین کی جملہ روایات بالاجماع صحیح ہیں اور کہاں یہ جسارتیں کہ بخاری کی فلاں روایت مضطرب ہے، فلاں فلاں مرفوع نہیں بلکہ موقوف صحیح ہیں۔ مسلم کی فلاں حدیث شاذ و منکر ہے اور فلاں فلاں حدیث میں راوی نے غلطی کی ہے۔ [.....آئینہ میں: ۳۱]۔

اور یہی بات انہی الفاظ سے ہم جناب اثری صاحب سے کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ: کہاں یہ اصول آئمہ فن کا اتفاق ہے کہ صحیحین کی احادیث مقطوع بالصحت ہیں اور کہاں یہ جسارتیں کہ مسلم کی فلاں روایت معلول ہے اور فلاں حدیث منقطع ہے اور فلاں حدیث میں راوی نے غلطی کی ہے۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث پر نقد

جناب ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں کہ: صحیح مسلم میں اس روایت کا ہونا اس کی صحت کی دلیل کے لیے کافی ہے۔ [پرویزی تشکیک: ۱۳۳]۔

قارئین کرام! مذکورہ عبارت غور سے پڑھ لی آپ نے؟ اثری صاحب کتنی بڑی بات ارشاد فرما گئے کہ صحیح مسلم میں روایت کا ہونا اس کی صحت کی دلیل کے لیے کافی ہے۔ یعنی صحیح مسلم میں آنے والی روایت کی صحت کے ثبوت کے لیے ادھر ادھر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ روایت کا صحیح مسلم میں آ جانا ہی صحت کی دلیل کے لیے کافی ہے، لیکن ہمارے ارمان اُس وقت ٹوٹ گئے جب ہم نے دیکھا کہ اثری صاحب کا واسطہ ایک ایسی روایت سے پڑا جو جناب کے مؤقف کے موافق نہ تھی تو اثری صاحب بے جا مسلکی حمایت کی رو میں بہہ گئے اور اس روایت پر نقد کر گئے۔

مظلوم روایت اور اُس پر اثری صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے: حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید سے سوال کیا، کیا امام کے ساتھ قرأت کی جا سکتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: لاقراءۃ مع الامام فی شیء۔

[مسلم: ۲۱۵/۱ الطحاوی: ۱۲۴/۱ وغیرہ]
کیا امام کے ساتھ کسی نماز میں قرأت نہیں، یہ اثر محل نظر ہے۔ (توضیح الکلام: ۹۹۳)
مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اثری صاحب کا مقصود احادیث بخاری و مسلم کا دفاع نہیں اور نہ ہی انصاف کے ساتھ تحقیق مطلوب ہے، بلکہ مطلوب و مقصود صرف اپنے مسلک کا بچاؤ ہے۔ اس لیے تو کبھی صدا لگاتے ہیں کہ امام مسلم کا روایت کو اپنی کتاب میں ذکر کر دینا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ [دیکھیے عبارت (د)]
اور کبھی مسلم شریف کی روایت پر بڑی بے دردی سے جرح کے نشتر چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث

صحیح مسلم شریف میں وارد حضرت ابن عباس کی طلاق ثلاثہ والی روایت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: اسے بھی تو صرف حضرت ابن عباس ہی روایت کرتے ہیں، اور ان کے تلامذہ میں طاؤس کے علاوہ اور کوئی بھی اسے بیان نہیں کرتا بلکہ سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، عکرمہ، عمرو بن دینار وغیرہ حضرت ابن عباس کا فتویٰ اس کے برعکس روایت کرتے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے طاؤس کے اس تفرد پر کلام کرتے ہوئے اسے شاذ اور منکر قرار دیا ہے۔ [پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ: ۹۶]
حدیث ابن عباس کے متعلق اثری صاحب کی تحقیق آپ کے سامنے ہے۔ ہم سامنے اثری صاحب کی ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارا مقصد مزید واضح ہو جائے۔ اثری صاحب فرماتے ہیں: حضرت مولانا صفدر صاحب نے عمدۃ الاثاث میں اس (حدیث ابن عباس۔ ناقل) پر مختلف اعتراضات کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کو بیان کرنے میں طاؤس منفرد ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ مسلم کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث مضطرب ہے کہ امام ابن العربی اور علامہ النحاس نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔ [عمدۃ الاثاث: ۷۷،۷۸]
صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارا موضوع نہیں، ہمیں تو صرف یہ بتلانا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کی تمام احادیث کو صحیح ماننے کے باوجود بخاری و مسلم کی ان احادیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے جو صفدر صاحب کے مسلک کے مخالف ہیں۔
[..... تصانیف کے آئینہ میں: ۳۰]۔
قارئین کرام! اثری صاحب کی دونوں عبارتیں ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ اب ان دونوں عبارتوں کا آپس میں موازنہ خود فرمائیں، ان شاء اللہ نتیجہ بالکل نکھر کر آپ کے سامنے آ جائے گا۔

بات صحیح بخاری تک جا پہنچی، جناب ارشاد الحق اثری صاحب رقمطراز ہیں:

یہی ایک مقام نہیں، اس کے علاوہ اور مقامات میں بھی امام معمرؒ سے خطا ہوئی ہے، جن میں سے چند ایک کی ہم یہاں نشان دہی کرتے ہیں: مثلاً صحیح بخاری ''باب الرجم بالمصلیٰ'' کے تحت امام بخاری نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو حد لگانے کا ذکر کرتے ہوئے بواسطہ ''عبدالرزاق قال أخبرنا معمر عن زهری'' ایک روایت ذکر کی ہے جس کے آخری الفاظ یوں ہیں: '' فقال له النبي خيرا وصلى عليه ''۔ سردست ہمیں اس سے بحث نہیں بلکہ بتلانا یہ ہے کہ ''فصلى عليه '' کے الفاظ کو امام بخاری نے امام معمر کا تفرد قرار دیا ہے بلکہ امام بیہقیؒ نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ جملہ صحیح نہیں۔ امام ابن قیم اور علامہ زیلعی نے بھی ان الفاظ کو معلول قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو!
(زاد المعاد: ۱/۱۴۴) اور (نصب الرایه: ۱/۳۳۷)۔
بعض اہل علم نے ان الفاظ کو صرف اس بناء پر یہ باور کر لیا کہ یہ صحیح بخاری میں ہیں مگر یہ صحیح نہیں جبکہ صحیح بخاری و مسلم میں شیخین ایسی حدیث کو بھی لے آتے ہیں جو مقصود کے اعتبار سے تو صحیح ہوتی ہے (یعنی من حیث المجموع) اگرچہ کوئی ٹکڑا اس کا ان کے معیار صحت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ اس میں بعض رواۃ کا وہم ہوتا ہے۔ (توضیح الکلام: ۱۳۱، ۱۳۲)
اور اثری صاحب اپنی دوسری کتاب میں قلم کو یوں حرکت دیتے ہیں: امام بخاری نے جو معمر کی روایت و صلی علیه ذکر کی اسی بنا پر غالباً حافظ ابن حجر سمجھ رہے ہیں کہ امام بخاری اس زیادت کو شواہد کی بنا پر صحیح سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ امام بخاری صحیح بخاری میں ایسی روایت لے آتے ہیں جو من حیث المجموع مقصود کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہے اگرچہ اس کا کوئی حصہ صحت کے معیار پر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس حصہ سے ان کا استدلال ہوتا ہے۔ (تنقیح الکلام: ۳۰۸)
اثری صاحب اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے جن شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے وہ شواہد نہیں ایک شاہد ہے اور وہ بھی ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کے دن نہیں بلکہ دوسرے دن حضرت ماعزؓ پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ حضرت ابوامامہ جن کا نام اسعد تھا، صغار صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت مرسل قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا جب یہ روایت مرسل ہے تو یہ صحیح روایت کے مقابلے میں جس میں جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔ (تنقیح الکلام: ۳۰۹)
اور اثری صاحب نے تو یہاں تک لکھ دیا: مگر محدود کی نماز جنازہ پڑھنا اور آنحضرت ﷺ کا جناب ماعز کا جنازہ پڑھنا دونوں میں فرق ہے۔ صحیح روایت میں نہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ علامہ ابن العربی نے بھی کہا ہے ''لم يثبت ان النبى ﷺ صلى على ماعز ''۔ (فتح الباری : ۱۲/۶۳۱)''
کہ یہ ثابت نہیں کہ نبی ﷺ نے ماعز کا جنازہ پڑھا ہو۔ (تنقیح: ۳۱۰)

فیصلہ کن عبارت تو ان شاء اللہ آنے والی دو روایات کے بعد پیش کریں گے، سر دست اثری صاحب کے ایک مسلکی بھائی کی اثری صاحب کے رد میں لکھی جانے والی ایک اہم عبارت کا مطالعہ فرمالیجیے، چنانچہ اثری صاحب کے مسلکی بھائی اور فاضل دوست حافظ زبیر علی زئی صاحب کے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر صاحب تحریر فرماتے ہیں: صحابہ کی مراسیل بھی صحیح اور حجت ہیں، لہذا اس روایت کے ساتھ صحیح بخاری کی مشار الیہ حدیث بھی صحیح ہو جاتی ہے اور صحیح بخاری کی اس حدیث پر مولانا ارشاد الحق اثری صاحب وغیرہ کی جرح باطل و مردود ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث پر حملہ کرنے کے بجائے ان کتابوں کا دفاع کرنا اہل حدیث کا شعار ہے۔" [ماہنامہ اشاعۃ الحدیث مدیر حافظ زبیر علی زئی ص:۱۹ ش:۱۰۴]

صحیح بخاری کی ایک اور روایت

موصوف ارشاد الحق اثری صاحب تحریر فرماتے ہیں: مثلاً ولید بن عقبہ پر حد کے حوالے سے صحیح بخاری میں حضرت عثمان کے مناقب میں یونس عن الزھری عن عروہ کی سند سے ذکر ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت علی سے فرمایا اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں حالانکہ یہی روایت باب ھجرۃ الحبشہ میں معمر عن الزھری کی اسی سند سے مروی ہے جس میں چالیس کوڑے لگانے کا ذکر ہے اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ معمر کی روایت صحیح ہے اور یونس کی روایت اسی (۸۰) کوڑوں کے ذکر میں یونس کے شاگرد شبیب بن سعید کا وہم ہے۔ (تنقیح الکلام: ۳۰۸)

اثری صاحب کی زبان میں عرض ہے کہ: لیجیے جناب! صحیح بخاری کی اس روایت میں بھی راوی وہم کا شکار ہو گیا اور بات چالیس کوڑوں سے ۸۰ تک جا پہنچی۔

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث

جناب اثری صاحب نے لکھا ہے: حدیثِ معراج میں شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر کا وہم بھی معروف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے امام بخاریؒ نے آپ ﷺ کے مناقب (۱/۵۰۴) میں اور کتاب التوحید، باب قول اللہ (و کلم اللہ موسی تکلیما) (۲/۱۱۲۰) میں تو ذکر کیا ہے، باب المعراج میں نہیں۔ (تنقیح الکلام: ۳۰۸)

لیجیے جناب! بخاری شریف کی حدیثِ معراج بھی راوی کے وہم سے محفوظ نہ رہ سکی۔ قارئین کرام! صحیح بخاری کی تین روایات کے متعلق اثری صاحب کی تحقیقات آپ کے سامنے ہیں۔ اپنے مقصود کو مزید نکھارنے کے لیے اثری صاحب کی ایک ایسی عبارت پیش کرتے ہیں جو آئینہ کو پہلے سے زیادہ شفاف بنادے گی تاکہ موصوف کو اپنا چہرہ دیکھنے میں ذرہ بھی وقت پیش نہ آئے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی عبارت "یہ روایت بعض راویوں کی غلطی سے بگڑ گئی ہے" اصل

الفاظ یہ تھے: لم یکن معه احد غیری، تو ''غیری'' بعض راویوں سے چھوٹ گیا ہے، نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اثری صاحب فرماتے ہیں: ''یہی بات حضرت موصوف نے عمدۃ الثلاث (ص: ۸۹) میں بھی فرمائی ہے۔ نتیجہ صاف ہے کہ صحیح مسلم کی یہ روایت درست نہیں، راوی کی غلطی سے ''غیری'' کا لفظ چھوٹ گیا۔ (....آئینے میں: ۳۰)

اثری صاحب کے مذکورہ اصول کے پیش نظر عرض ہے کہ:

(۱) نتیجہ صاف ہے کہ صحیح بخاری کی (و صلی علیه'' والی) یہ روایت درست نہیں، راوی نے غلطی سے و صلی علیه" زائد ذکر کر دیا ہے۔

(۲) نتیجہ صاف ہے کہ صحیح بخاری کی یہ روایت (یونس عن الزھری کی ۸۰ کوڑوں والی) درست نہیں، راوی نے غلطی سے ۴۰ کے بجائے ۸۰ کوڑوں کا ذکر کر دیا۔

(۳) نتیجہ صاف ہے کہ صحیح بخاری کی یہ روایت (حدیثِ معراج) درست نہیں، راوی اس میں وہم کا شکار ہو گیا اور اس پر محد ثین کا کلام مشہور ہے۔ (دیکھیے حاشیہ توضیح الکلام: ۱۰۷)

صحیح بخاری و مسلم کی تنقید شدہ روایات

موصوف اثری لکھتے ہیں: ''بخاری و مسلم میں ایسے اصحاب غرائب وافراد کی وہ روایات جن پر محد ثین نے نقد کیا ہے ہم انہیں کب قبول کرتے ہیں؟ ہم تو ثابت کر آئے ہیں کہ امام معمر جو بالاتفاق ثقہ اور زہری کی روایت میں اثبت رواۃ میں شمار ہوتے ہیں۔ خود امام بخاری نے صحیح بخاری میں اس کے تفرد پر کلام کیا ہے۔ (توضیح: ۷۴-۷۴۶)

(جاری ہے)

نامور محدث و محقق امام ذہبی کا سنہرا قول

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر خیر کرنے کے بعد آخر میں

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہمارے شیخ ابو الحجاج (امام مزیؒ) نے بہت اچھا کیا کہ ایسی کوئی بات (روایت و حکایت) لائے ہی نہیں جس سے امام صاحب کی تضعیف لازم آتی ہو۔

غیر مقلدین کے جھوٹ

جھوٹ-11

زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا: کہ اوکاڑوی صاحب صاحب لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام (اپنی امتوں کے) قائدین اور فقہاء (اپنے مقلدوں کے) سردار ہیں۔ (مجموعہ رسائل ج4ص69)

اوکاڑوی کا یہ کلام کالا جھوٹ ہے اس کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ش28ص35)

زبیر علی زئی میں عقل کے ساتھ ساتھ مطالعہ کی بھی کمی تھی اسی لئے فضول اعتراض جڑ دیا ورنہ **امینِ ملت مولانا محمد امین صفدر** اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت متعدد محدثین نے نقل کی ہے۔ مثلاً

محدث خطیب بغدادی فرماتے ہیں: أنا أَبُو بِشْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْوَكِيلُ , نا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ الْحَافِظُ , نا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الْبُهْلُولِ , حَدَّثَنِي أَبِي , حَدَّثَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ مُوسَى الْمَرْوَزِيُّ , وَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَوْهَرِيُّ , أنا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ لُؤْلُؤٍ الْوَرَّاقُ , نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَاجِيَةَ , حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ بُهْلُولٍ , نا الْهَيْثَمُ بْنُ مُوسَى الْمَرْوَزِيُّ , نا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْحُصَيْنِ بْنِ التُّرْجُمَانِ , نا إِسْرَائِيلُ , - وَفِي حَدِيثِ أَبِي بِشْرٍ: عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الْحُصَيْنِ بْنِ التُّرْجُمَانِ , عَنْ إِسْرَائِيلَ , - عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ,عَنِ الْحَارِثِ , عَنْ عَلِيٍّ , قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْأَنْبِيَاءُ قَادَةٌ , وَالْفُقَهَاءُ سَادَةٌ , وَمُجَالَسَتُهُمْ زِيَادَةٌ۔

انبیاء قائدین ہیں اور فقہاء سردار ہیں اور ان کی مجالست ایمان و عمل میں زیادتی کا ذریعہ ہے۔ (الفقیہ والمتفقہ 142/1)

اسی طرح محدث بیہقی رقمطراز ہیں:

٤٤١ - أَخْبَرَنَا أَبُو عَمْرٍو مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَدِيبُ، أبنا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَاجِيَةَ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ بُهْلُولٍ الْأَنْبَارِيُّ، ثنا الْهَيْثَمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْحُصَيْنِ بْنِ التُّرْجُمَانِ، ثنا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْأَنْبِيَاءُ قَادَةٌ، وَالْفُقَهَاءُ سَادَةٌ، وَمُجَالَسَتُهُمْ زِيَادَةٌ، وَأَنْتُمْ فِي مَمَرِّ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ عَلَى آجَالٍ مَنْقُوصَةٍ وَأَعْمَالٍ مَحْفُوظَةٍ، وَالْمَوْتُ يَأْتِيكُمْ بَغْتَةً فَمَنْ يَزْرَعْ خَيْرًا يَحْصُدْ رَغْبَةً وَمَنْ يَزْرَعْ شَرًّا يَحْصُدْ نَدَامَةً

انبیاء قائدین ہیں اور فقہاء سردار ہیں.........(المدخل الی السنن الکبرٰی ص296)

محدث الشہاب لکھتے ہیں:

٣٠٧ - أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ النَّجِيرَمِيُّ، أبنا أَبُو الْقَاسِمِ عُمَرُ بْنُ سَيْفٍ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بُهْلُولٍ، ثنا أَبِي قَالَ: ثنا الْهَيْثَمُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الْحُصَيْنِ بْنِ التَّرْجُمَانِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَنْبِيَاءُ قَادَةٌ وَالْفُقَهَاءُ سَادَةٌ وَمُجَالَسَتُهُمْ زِيَادَةٌ۔

انبیاء قائدین ہیں اور فقہاء سردار ہیں........(مسند الشہاب القضاعی 203/1)

نامور محدث دار قطنی فرماتے ہیں:

٣٠٨٦ - ثنا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ , نا جَدِّي , نا الْهَيْثَمُ بْنُ مُوسَى , عَنِ ابْنِ التُّرْجُمَانِ , عَنْ إِسْرَائِيلَ , عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ , عَنِ الْحَارِثِ , عَنْ عَلِيٍّ , قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْأَنْبِيَاءُ قَادَةٌ , وَالْعُلَمَاءُ سَادَةٌ , وَمَجَالِسُهُمْ زِيَادَةٌ۔

انبیاء قائدین ہیں اور علماء سردار ہیں.........(فقہاء اعلی درجے کے عالم ہوتے ہیں)(سنن دار قطنی حدیث 3086)

مذکورہ روایت کی معنوی متابعت ایک حسن الاسناد موقوف روایت سے بھی ہوتی ہے ۔

محدث ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں:

٤٠٧ - ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْمُقْرِئِ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ حُجَيْرَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا قَعَدَ: " إِنَّكُمْ فِي مَمَرِّ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فِي آجَالٍ مَنْقُوصَةٍ، وَأَعْمَالٍ مَحْفُوظَةٍ، وَالْمَوْتُ يَأْتِي بَغْتَةً، فَمَنْ زَرَعَ خَيْرًا يُوشِكُ أَنْ يَحْصُدَ رَغْبَةً، وَمَنْ زَرَعَ شَرًّا يُوشِكُ أَنْ يَحْصُدَ نَدَامَةً، وَلِكُلِّ زَارِعٍ مِثْلُ مَا زَرَعَ، فَلَا يَسْبِقُ بَطِيءٌ بِحَظِّهِ، وَلَا يُدْرِكُ حَرِيصٌ مَا لَمْ يُقَدَّرْهُ لَهُ، فَمَنْ أُعْطِيَ خَيْرًا فَاللَّهُ أَعْطَاهُ، وَمَنْ وُقِيَ شَرًّا فَاللَّهُ وَقَاهُ، الْمُتَّقُونَ سَادَةٌ، وَالْعُلَمَاءُ قَادَةٌ، وَمُجَالَسَتُهُمْ زِيَادَةٌ۔
(كتاب الزهد رقم 407)

فاتح غیر مقلدیت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ وسیع المطالعہ دقیق النظر عالم تھے۔ جبکہ زبیر علی زئی سطحی مطالعہ والا ایک متعصب آدمی تھا۔

جھوٹ-12

حدیث اور اہل حدیث کتاب کے مؤلف انوار خورشید صاحب ایک روایت درج ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کی: ذَكَرَ الْأَثْرَمُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ

بْنِ صُهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ قَالَ وَضْعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ السُّرَّةِ۔

حضرت عقبہ بن صہبان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی کے ارشاد کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔(حدیث اور اہل حدیث)

اس حدیث کو رد کرتے ہوئے زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا:

یہ روایت چار وجہ سے ضعیف ہے۔ وجہ نمبر چار کے تحت لکھا: ابن الترکمانی حنفی نے لکھا: ''فی سنده ومتنه اضطراب'' اس کی سند اور متن میں اضطراب ہے۔(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص 75)

زبیر علی زئی غیر مقلد کہنا یہ چاہتا ہے کہ علامہ ابن ترکمانی نے مؤلف حدیث اور اہل حدیث کی پیش کردہ روایت کو مضطرب قرار دیا ہے حالانکہ یہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا بدترین جھوٹ ہے کیونکہ حدیث اور اہلحدیث کے مصنف کی پیش کردہ روایت اور ہے(ماقبل میں ہم وہ روایت ذکر کر چکے ہیں) جبکہ امام ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس روایت پر پر جرح کی وہ دوسری ہے۔ چنانچہ وہ روایت بھی ذیل میں دیکھ لیجیے!

علامہ ابن ترکمانی رح لکھتے ہیں: ثم ذكر البيهقى عن على (انه قال في هذه الآية فصل لربك وانحر قال وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى ثم وضعهما على صدره) قلت تقدم هذا الاثر في باب الذى قبل هذا الباب وفي سنده ومتنه اضطراب۔(الجوہر النقی 78/2)

علامہ ابن ترکمانی رح کی عبارت میں مذکور ''تقدم هذا الاثر'' سے مراد یہ روایت ہے۔

أخبرَنا أبو عبدِ اللَّهِ الحافظُ، حدثنا عليُّ بنُ حَمشاذَ العَدلُ، حدثنا هِشامُ بنُ عليٍّ ومُحَمَّدُ بنُ أيّوبَ قالا: حدثنا موسَى بنُ إسماعيلَ، حدثنا حَمّادُ بنُ سلمةَ، عن عاصِمٍ الجَحدَرِيِّ، عن عُقبَةَ بنِ صُهبانَ، عن عليٍّ - رضي الله عنه -: {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} [الكوثر: ٢]. قال: هو وضعُ يَمينِكَ على شِمالِكَ في الصَّلاةِ (٣). كَذا قال شَيخُنا: عاصِمٌ الجَحدَرِيُّ عن عُقبَةَ بنِ صُهبانَ

٢٣٦٥ - ورواه البخاريُّ في "التاريخ" في تَرجَمَةِ عُقبَةَ بنِ ظَبيانَ، عن موسَى بنِ إسماعيلَ، عن حمَّادِ بنِ سلمةَ، سمِع عاصِمَ (١) الجَحدَرِيَّ، عن أبيه، عن عُقبَةَ بنِ ظَبيانَ، عن عليٍّ: {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ}: وَضْعُ يَدِه اليُمنَى على وسَطِ ساعِدِه على صَدرِهِ۔

(السنن الكبرى للبيهقى 374/3)

یعنی امام ابن ترکمانی نے علی صدره والی روایات پر جرح کی ہے نہ کہ تحت السّرة والی روایت۔ لہذا زبیر علی زئی غیر مقلد نے عوام النّاس کو دھوکا دیا ہے اور ابن ترکمانی رحمہ اللہ پہ بہتان باندھا ہے۔

جھوٹ-13

زبیر علی زئی غیر مقلد نے محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبداللہ کی سند سے مروی ترک رفع الیدین والی روایت کے متعلق لکھا:

یہ حدیث موضوع ہے اسے کسی امام نے بھی صحیح نہیں کہا۔(نور العینین ص151)

زبیر علی زئی غیر مقلد کا مذکورہ بالا دعویٰ بالکل جھوٹ ہے کیوں کہ اس روایت کے متعلق علامہ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:وقد جاء لحدیثه هذا شاهد جید وهو ما اخرجه البیهقی من حدیث محمد بن جابر (عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن ابن مسعود صلیت خلف النبي صلی الله علیه وسلم وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوة).....اور تحقیق اس حدیث (حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے ایک عمدہ شاہد آیا ہے اور مراد اس سے وہ روایت ہے جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔(الجوہر النقی 78/2)

فائدہ

علی زئی کے نزدیک محدث ابن الترکمانی کا مرتبہ!

زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا: ان کو درج ذیل آئمہ حدیث نے مدلس قرار دیا ہے۔

پھر نمبر 5 کے تحت لکھا: ابن الترکمانی حنفی۔(نور العینین ص134)

یعنی غیرمقلد زبیر علی زئی کے نزدیک علامہ ابن ترکمانی حدیث کے امام تھے ۔

زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا:

معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے۔(نور العینین ص146)

اسماء الرجال کے ان آئمہ میں سترھویں نمبر پر ابن ترکمانی حنفی کا نام بھی لکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک ابن ترکمانی اسماء الرجال کے امام تھے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد ایک صاحب سے استفسار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کیا درج ذیل علماء جو سفیان ثوری کی معنعن روایات کو ناقابل حجت سمجھتے تھے مستند علمائے دین میں سے نہیں تھے؟....ابن الترکمانی حنفی۔(الحدیث 101ص12)

پتا چلا کہ محدث ابن ترکمانی زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک مستند عالم دین ہیں ۔(جاری ہے)

سلسلہ سوالات وجوابات مدیر اعلیٰ کے قلم سے

سوال-1: مولانا صاحب! شیعہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ تین یا چار کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام کو مرتد قرار دیتے ہیں (نعوذ باللہ) ایک شیعہ عالم آفتاب جوادی کی گفتگو سنی وہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ ہماری روایات میں "ارتداد سے مراد سے ارتداد عن الاسلام نہیں بلکہ ارتداد عن الاستقامۃ ہے۔یعنی صحابہ مولا علی کے بارے میں پیغمبر کے ارشاد پر قائم نہیں رہے تھے۔آپ ذرا وضاحت فرمائیں کہ جوادی صاحب کی تاویل کہاں تک درست ہے؟ کیا واقعی شیعہ کی مراد یہی ہے یا کچھ اور ہے۔(محمد ضیاء۔کراچی)

جواب: جواب پڑھنے سے پہلے ایک اصولی بات یاد رکھیں "تقیہ" شیعہ کے دین کا اہم جزو ہے اس لیے بطور تکیہ حقائق کا انکار اور کذب بیانی ان کا وطیرہ ہے۔ان کی زبانیں کچھ کہتی ہیں جبکہ ان کی کتب کچھ اور ہی راگ الاپتی ہیں اہل سنت کے سامنے صحابہ کو حضرت اور رضی اللہ عنہ کہتے نہیں تھکتے اور اپنی نجی مجالس میں صحابہ کرام کے متعلق زہر اگل رہے ہوتے ہیں۔ان کے عقائد و نظریات کو جاننے کے لیے ان کی کتب دیکھیں اور ان کی زبان پر اعتبار بالکل نہ کریں۔اب آتے ہیں اصل سوال کی طرف اہلسنت روافض کی جن روایات سے ان کا مذکورہ نظریہ عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک روایت وہ بھی ہے جس میں ذکر ہے کہ کہ تین کے علاوہ باقی تمام صحابہ مرتد ہوگئے تھے (معاذ اللہ)۔شیعہ ذاکر آفتاب جوادی صاحب نے اپنے اوپر ہونے والے اس اعتراض کا دفعیہ کرتے ہوئے تقیہ کی چادر اوڑھ کر اس روایت میں موجود لفظ "ارتد" کی جو تاویل کی ہے کہ اس روایت میں ارتداد سے "ارتداد عن الاسلام" نہیں بلکہ "ارتداد عن الاستقامۃ" مراد ہے ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ روایت میں موجود لفظ کی مزعومہ تاویل کرکے ذاکر صاحب یا تو اپنی کم علمی کا ثبوت دیا ہے یا پھر سے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے کیونکہ اس روایت کے ایک دوسرے طریق میں ان الفاظ کے بعد "کفارا" کا لفظ موجود ہے جو کہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک نعوذ باللہ کے علاوہ باقی تمام صحابہ کافر ہوگئے تھے۔

وعنه عن محمد بن الحسن، عن محمد بن الحسن الصفار، عن محمد بن الحسين، عن موسى بن سعدان، عن عبد الله بن القاسم الحضرمي، عن عمرو بن ثابت قال: سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول: إن النبي صلى الله عليه وآله لما قبض ارتد الناس على أعقابهم كفارا " إلا ثلاثا ": سلمان والمقداد، وأبو ذر الغفاري۔

(الاختصاص ص6 از أبو عبد الله محمد بن النعمان العكبري البغدادي الملقب بالشيخ المفيد المتوفى 413)

عمرو بن ثابت کہتے ہیں: امام ابو عبد اللہؑ فرمارہے تھے کہ بے شک نبی ﷺ کا جب انتقال ہوا تین کے سوا تمام لوگ اپنی

ایڑھیوں کے بل کافر ہو گئے تھے وہ تین لوگ یہ ہیں سلمان، مقداد، ابوذر غفاری۔

مذکورہ بالا روایت جہاں جوادی تاویل کو رد کر رہی ہے وہیں پہ صحابہ کرام سے متعلق روافض کے نظریہ کو بھی آشکار کر رہی ہے اتنی صراحت کے باوجود بھی کوئی انکار کر دے تو اس کی ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا، کیا جا سکتا ہے؟

سوال-2: السّلام علیکم مولانا صاحب! حنفی حضرات نماز میں بھولنے پر جس طرح سجدہ سہو کرتے ہیں کہ پہلے تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا پھر سہو کے دو سجدے کیے اور پھر مکمل تشہد پڑھ کر سلام پھیرنا۔ کیا سجدہ سہو کا یہ طریقہ حدیث سے ثابت ہے؟؟

(علی حیدر۔ انڈیا)

جواب: وعلیکم السّلام! جی ہاں الحمدللہ احناف کا اختیار کردہ سجدہ سہو کا طریقہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ سجدہ سہو سے پہلے اور بعدِ سلام۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بھولنے سے رہ جانیوالی) رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا پھر سہو کے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا ''فَصَلَّى رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ،ثُمَّ سَلَّمَ''
(صحیح مسلم حدیث 1293)

اوّل سلام سے پہلے تشہد ہو

پھر آپ نے رکعت پڑھی پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیرا پھر سہو کے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔

عن عمران بن حصين فَصَلَّى رَكْعَةً ثُمَّ تَشَهَّدَ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ، ثُمَّ سَلَّمَ۔
(صحیح ابن حبان حدیث: 6853)

سہو کے سجدوں کے بعد تشہد ہو

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے آپ نے سہو کے دو سجدے کیے پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیرا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ تَشَهَّدَ، ثُمَّ سَلَّمَ۔ (سنن ابی داؤد حدیث: 1039)

اس باب میں میں بنیادی روایت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی ہے جو کہ مختلف کتب میں اختصار و طوالت کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ اس روایت کے تمام طرق پر نگاہ ڈالنے سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ اوپر پیش کر دیا گیا ہے۔

قَالَ ابو حنيفَة كل سَهْو وَجب فِي الصَّلَاة عَن زِيَادَة اَوْ نُقْصَان فان الامام اذا تشهد سلم ثمَّ سجد سَجْدَتي السَّهْو ثمَّ يتَشَهَّد وَيسلم۔ (المدینہ از امام محمد بن حسن شیبانی ج1 ص223)

مفتی رب نواز، احمد پور شرقیہ

غیر مقلدین کا عقیدہ توحید

توحید کا لیبل لگانے والوں کے اندرونی انکشافات

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری غیر مقلد کہتے ہیں:

''ہمارے عقائد بہت حد تک غلط ہیں اللہ کے بارے میں ہمارا عقید صحیح نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمارا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔'' (خطبات بہاول پوری: ۱/۳۲۵)

پروفیسر صاحب آگے کہتے ہیں:

''اہل حدیثوں کو لے لیں جن کو ہم بڑا معیاری کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث کا عقیدہ اچھا ہوتا ہے اور اہل حدیث کو بڑی معلومات حاصل ہوتی ہیں، عرب ہمیں دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان کیسا ہے۔ اللہ کے بارے میں یہ کیا تصور رکھتے ہیں۔'' (خطبات بہاول پوری: ۱/۳۲۵)

پروفیسر صاحب حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کہتے ہیں: ''اہل حدیث عالموں کو آپ کبھی ٹوہ کر دیکھیں آپ حیران ہوں گے، اللہ کے بارے میں عقیدہ صحیح نہیں ہے۔'' (خطبات بہاول پوری: ۱/۳۲۷)

مزید پڑھیے! پروفیسر صاحب کہتے ہیں: ''آج توحید کو دیکھو۔ بریلویوں کی تو کیا صحیح ہونا تھی اہل حدیثوں کا بیڑہ غرق ہو گیا اور ان کی بھی توحید صحیح نہیں ہے۔'' (خطبات بہاول پوری ۴/۴۰۷، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب کا ایک اور اعتراف ملاحظہ ہو! کہتے ہیں:

''توحید کو اہلِ حدیث بھی نہیں مانتے۔ اہلِ حدیث بھی رسمی طور پر توحید کا نام لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ توحید کی حقیقت کو اہل حدیث بھی بہت کم ہی جانتے ہیں۔'' (خطبات بہاول پوری: ۵/۱۰، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب کا مزید انکشاف پڑھیے: ''آج کل کا اہلِ حدیث جو توحید سے خالی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ وہ اللہ کو رب مانتا ہے، اللہ کو خالق مانتا ہے، اللہ کو مالک بھی مانتا ہے لیکن بادشاہ نہیں مانتا، بادشاہ نہیں مانتا تو اس کا مطلب کیا ہے؟ اللہ کے قانون کو نہیں مانتا جو قانون کو نہ مانے وہ توحید والا کبھی نہیں ہو سکتا۔'' (خطبات بہاول پوری: ۵/۱۱، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب نے اہلِ حدیث کے متعلق یوں اعتراف کیا: اسے خدا کے قانون کی کوئی پرواہ ہی نہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے، اللہ کا حکم کیا ہے؟ اس کے رسول نے کیا کہا ہے۔ جسے یہ پرواہ نہیں وہ خواہ اہل حدیث ہو وہ موحد نہیں ہے، اللہ کو الٰہ نہیں مانتا وہ نام کا اہل حدیث ہے اور اندر سے کھوکھلا ہے، بالکل خالی ہے ورنہ پاکستان میں جتنے اہلِ حدیث ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان بگڑ جائے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پاکستان میں ایک کروڑ اہل حدیث ہیں شاید ہی ان میں چند مخلص ہوں جو واقعۃً مسلمان ہیں باقی تو سب رسمی کام ہے، سارے کا سارا رسمی کام ہے۔ (خطبات بہاول پوری: ۵/۱۲، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب اظہار حقیقت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اہل حدیث بھی اتنے ڈوبے ہوئے ہیں۔ اللہ کے بارے میں، اللہ کی صفات کے بارے میں، اتنے ڈوبے ہوئے ہیں کہ پناہ بخدا! بہت ہی قصوروار ہیں، بہت ہی خطاکار ہیں، اور ان کے عقیدے غلط ہیں، اللہ کی صفات کے بارے میں۔'' (خطبات بہاول پوری: ۵/۸۸، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

توحیدی بند میں شگاف

غیر مقلدین کے رسالہ میں لکھا ہے: ''ہم نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ اجتماع ضدین محال ہے لیکن آج کا سائنسی دور جس میں ناممکن چیزیں بھی ممکن ہو رہی ہیں اس میں اجتماع ضدین بھی لا محال بن گیا ہے۔ بفضل اللہ اہل حدیث اور شرک و بدعت یہ دونوں نقیضین تھیں لیکن یہ بُعد اور دُوری بعض اہلِ حدیث کی نرم غلط پالیسی کی وجہ سے بتدریج کم ہو رہی ہے اور اتنی کم ہو گئی ہے کہ جس سے توحیدی بند میں شگاف پڑنے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔'' (صحیفہ اہل حدیث یکم جمادی الاول ۱۳۸۴ھ)

اللہ سے تعلق کس قدر!؟

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری غیر مقلد کہتے ہیں:

''خوش تو آپ بہت ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں، ہم اہل حدیث میں کبھی آپ نے سوچا بھی کہ اگر ہمارا خدا سے تعلق بریلویوں سے زیادہ ہوتا تو اللہ ہم سے راضی ہوتا تو خدا ضرور وعدہ پورا کرتا کہ میں تمہیں خلافت دوں گا تمہاری حکومت ہو گی۔''

(خطبات بہاول پوری: ۳/۳۰۵، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

اللہ تعالیٰ کے آداب

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری غیر مقلد کہتے ہیں: ''خدا جگتی کرے گا۔ وہ بات کرے گا جس کے بارے میں ایک پینڈو، جاٹ، دیہاتی ان پڑھ یہ نہ کہہ سکے کہ یا اللہ! میں ان پڑھ ہوں۔ خدا ان پڑھوں والی بات کرے گا۔''

(خطبات بہاول پوری: ۳/۴۲۴، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب نے اللہ سے مانگنا سکھاتے ہوئے کہا: ’’آپ اللہ کے سر چڑھ جائیں۔‘‘

(خطبات بہاول پوری: ۴/۶۰، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب نے کسی شاعر کا قول ’’جدھر دیکھتا ہوں اور ہر تو ہی تو ہے‘‘ نقل کر کے یوں تردید کی: تھانے دار جوتے مار رہا ہے اس میں بھی تو ہے اور چور جو جوتے کھا رہا ہے اس میں بھی تو ہے، یہ اللہ کی گت بن رہی ہے۔‘‘

(خطبات بہاول پوری: ۵/۱۴۹، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

پروفیسر صاحب کہتے ہیں: ’’آپ کی زندگی گناہ کی ہو، آپ کی زندگی نافرمانی کی ہو اور خدا آپ کو عیش کروائے تو سمجھ لو کہ خدا آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ میں بڑا سخت لفظ کہہ رہا ہوں...... ننگا........تاکہ آپ کو پتہ لگ جائے۔‘‘

(خطبات بہاول پوری: ۳/۵۴۳، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

بیوی کی خاطر اللہ پر جھوٹ

غیر مقلدین کے امام العصر حافظ عبد اللہ روپڑی لکھتے ہیں: خاوند بیوی کا تعلق اور ان کا اتفاق و محبت سے رہنا اس کو شریعت نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کے لیے اللہ پر جھوٹ بولنا بھی جائز ہے۔ (تنظیم اہل حدیث یکم ستمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۰)

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے روپڑی صاحب کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: ناظرین! کس قدر جرات ہے، کتنی دلیری ہے، کتنی زن پرستی ہے کہ بیوی کی خاطر اللہ پر جھوٹ بولنا بھی جائز ہے سچ ہے، كبرت كلمة تخرج من افواههم۔ (مظالم روپڑی صفحہ ۵۳، مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی ابن مسعودؓ سے روایت صحیح...امام طبرانی رحمہ للہ کی تحقیق

حدثنا علي بن عبد العزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا سعيد أخبرني الحكم وحماد عن إبراهيم قال كان عبد الله يقول التكبير أيام التشريق بعد صلاة الصبح من يوم عرفة إلى بعد صلاة العصر من يوم النحروهذه الرواية الصحيحة عن ابن مسعود۔

(فضل عشر ذی الحجه للطبرانی ص52)

صلوۃ التسبیح کا ثبوت غیر مقلدین سے

اللہ جل شانہُ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔عبادات میں نماز کا رتبہ سب سے بلند ہے۔ نماز اللہ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ فرائض کے فضائل اور فوائد تو معلوم ہیں ہی، نفلی نمازوں کے بھی بہت سے فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔اسی طرح کی ایک نفلی نماز صلاۃ التسبیح ہے جو بہت سے فضائل و منافع کی حامل ہے اور گناہوں کی معافی میں خاص تاثیر رکھتی ہے خیر القرون سے ہی اسلاف اور صلحاء صلاۃ التسبیح کی ادائیگی کرتے چلے آ رہے ہیں۔

''عبادات دشمن''،فرقہ غیر مقلدیت اس مبارک نماز پر بھی برس پڑا اور لوگوں کو اس سے متعلق مروی احادیث کو موضوع اور من گھڑت بتا کر دور کر رہا ہے۔

آئندہ سطور میں ہم نے غیر مقلدین کے دو چوٹی کے علماء کی تحریرات لگادی ہیں جنہوں نے نہ صرف صلاۃ التسبیح کے ثبوت کے اقرار کیا ہے بلکہ اس سے متعلق وارد احادیث پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔اگر کوئی غیر مقلد تمہارے روبرو اس نماز کے ثبوت کا انکار کرے تو اس کے سامنے یہ تحریریں رکھ دینا۔امید ہے صم بکم ہو جائے گا۔

پہلا حوالہ-حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد

صلاۃ التسبیح کے بارے میں میرے علم کے مطابق تین احادیث قابلِ حجت ہیں:

۱-حدیث ابن عباسؓ

۲-حدیث (جابر بن عبداللہ) الانصاریؓ

۳-حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

ان احادیث کی مختصر و جامع تخریج علی الترتیب درج ذیل ہے:

حدیث ابن عباسؓ

عبدالرحمن بن بشر بن الحكم النيسابوري : حدثنا موسى بن عبدالعزيز: حدثنا الحكم بن أبان عن عكرمة عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال .... إلخ ۔

(سنن ابی داؤد : ١٢٩٧ سنن ابن ماجه: ١٣٨٧)

اس کی سند حسن لذاتہ ہے۔اس حدیث کے راویوں کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱-عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔

۲- عکرمہ ابو عبداللہ، مولیٰ ابن عباس: ان کی حدیث صحیح مسلم میں مقرونا،اور صحیح بخاری و سنن اربعہ میں بطور حجت موجود ہے۔**حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:** "ثقة ثبت،عالم بالتفسير ، لم يثبت تكذيبه عن ابن عمر ولا تثبت عنده بدعة" (تقریب التہذیب:۴۶۷۳)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: "ثقة ثبت ، أعرض عنه مالك و احتج به الجمهور ، كان يرى السيف فيما بلغنا" (رسالہ فی الرواۃ الثقات المتکلم فیہم بمالایوجب الردوص۱۸)

امام مالک کا اعراض کرنا ان کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں۔اور "یری السیف" کی تردید حافظ ابن حجر نے کر دی ہے لہذا عکرمہ مذکور کے متعلق اعدل الاقوال یہ ہے کہ وہ صحیح الحدیث ہیں۔

۳-الحکم بن ابان: سنن اربعہ کے مرکزی راوی ہیں۔ابن معین،ابن نمیر،ابن المدینی،احمد بن جنبل،العجلی المعتدل اور نسائی وغیر ہم نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔دیکھئے تہذیب الکمال !(۲/۲۳۹ تحقیق بشار عواد)

ان پر ابن حبان،ابن خزیمہ،ابن عدی اور عقیلی کی جرح مردود ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: "ثقة،صاحب سنة" إلخ۔(الکاشف ج۱ص۱۸۱)

آپ کے بارے میں جمہور کی توثیق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اعدل الاقوال یہ ہے کہ آپ حسن الحدیث ہیں۔

۴-موسیٰ بن عبدالعزیز: آپ سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ابن معین،نسائی،ابوداؤد،ابن شاہین وغیر ہم جمہور نے توثیق کی ہے۔صرف ابن المدینی اور السلیمانی کی جرح ملتی ہے جو کہ جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے لہذا آپ حسن الحدیث ہیں۔

۵-عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم: صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہما کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب التہذیب:۳۸۱۰)

بشر بن الحکم اور اسحاق بن ابی اسرائیل نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔(المستدرک ج۱ص۳۱۸)

اس کی سند میں کوئی انقطاع ، علت یا شذوذ نہیں ہے لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

حدیث کے متن کا خلاصہ

حدیث ابن عباسؓ کے متن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱-چار رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی جائے۔

۲-پہلی رکعت میں قرأت کے بعد، رکوع سے پہلے، حالت قیام میں ''سبحان الله و الحمد لله ولا إله إلا الله والله اکبر''پندرہ دفعہ پڑھا جائے۔

۳-رکوع میں یہی ذکر دس مرتبہ پڑھیں۔

۴-رکوع سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھیں۔

۵-سجدہ اولیٰ میں دس دفعہ پڑھیں۔

۶-دوسجدوں کے درمیان جلسہ میں دس دفعہ پڑھیں۔

۷-دوسرے سجدہ میں دس دفعہ پڑھیں۔

۸-پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھیں اور جلسہ استراحت میں دس دفعہ پڑھیں۔(کل تسبیحات ۷۵)۔

۹-چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں۔رکوع میں یہی ذکر دس مرتبہ پڑھیں۔

۱۰-یہ نماز ہر ہفتہ، ہر مہینہ، ہر سال یا زندگی میں کم از کم ایک دفعہ پڑھیں۔

حدیث (جابر) الانصاریؓ

أبو توبة الربيع بن نافع: رواه محمد بن مهاجر عن عروة بن رويم: حدثنی الأنصاری أن رسوال اللهﷺ قال لجعفر بهذا الحديث۔(إلخ)

(سنن ابی داؤد: ۱۲۹۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۳، صفحہ۵۲)

اس کی سند صحیح ہے، راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱-الانصاری سے مراد جابر بن عبداللہ الانصاریؓ ہیں: جیسا کہ حافظ مزی نے تہذیب الکمال (قلمی ۳/۱۶۶۶) میں اور حافظ ابن حجر نے ''الامالی'' میں صراحت کی ہے۔(تخریج الترشیح لبیان صلاۃ التسبیح ص۴۹، الفتوحات الربانیہ ج۴ ص۳۱۴)

۲-عروہ بن رویم: آپ کو ابن معین، دحیم الشامی اور نسائی وغیرہم نے ثقہ کہا ہے۔دیکھئے! تہذیب الکمال (۵/۱۵۳) صرف مرسل روایات بیان کرنے کا الزام ہے جو کہ اصول حدیث کی رو سے کوئی جرح نہیں ہے۔لہٰذا آپ کے بارے میں اعدل الاقوال یہ ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔

۳-محمد بن مہاجر الانصاری: صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب ۶۳۳۱)

۴-ابو توبہ الربیع بن نافع: صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی اور ''ثقة حجة عابد'' ہیں۔(تقریب التہذیب: ۱۹۰۲)

لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کا متن سابق حدیث کے مشابہ ہے۔

حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

حدثنا محمد بن سفيان الأبلى:حدثنا حبان بن هلال أبو حبيب:حدثنا مهدى بن ميمون : حدثنا عمرو بن مالك عن أبي الجوزاء : حدثني رجل كانت له صحبة ، يرون أنه عبدالله بن عمر''إلخ (سنن ابى داود: ١٢٩٨)

اس کی سند ضعیف ہے۔ راویوں کا تعارف درج ذیل ہے!

۱-عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ: مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔

۲-ابوالجوزاءاوس بن عبداللہ: کتبِ ستّہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(التقریب:۵۷۷،الکاشف ۱/۹۰)

۳-عمرو بن مالک النکری کی کمزور توثیق حافظ ابن حبان نے کی ہے جبکہ بخاری، ابن عدی نے جرح کی ہے۔ راجح یہی ہے کہ النکری مذکور ضعیف ہے۔ جبکہ عمران بن مسلم نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔(النکت الظراف ج۲ص ۲۸۱)

تنبیہ: عمرو بن مالک مذکور نے ایک روایت بیان کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قحط کے دنوں میں لوگوں سے کہا: ''نبی کریم ﷺ کی قبر پر چھت میں سوراخ کر دیں، لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بہت زیادہ بارش ہوئی۔ (سنن الدارمی ج ۱ص ۴۳ح ۹۳)

یہ روایت متعدد وجوہ سے ضعیف ہے، ان میں سے ایک وجہ عمرو مذکور کا ضعیف ہونا بھی ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث ابن عباس حسن لذاتہ ہے اور اس کا ایک شاہد صحیح ہے۔ ان کے علاوہ باقی جتنی روایات ہیں سب بلحاظ سند ضعیف یا مردود ہیں اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص والی روایت بطور تنبیہ اور فائدہ کے ذکر کی گئی ہے۔ بعض علماء مثلاً امام ترمذی، ابن الجوزی اور العقیلی نے صلاۃ التسبیح والی روایات پر جرح کی ہے جبکہ شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک، خطیب بغدادی، ابو سعد سمعانی، ابو موسیٰ المدینی، حافظ العلائی، حافظ البلقینی، حافظ ابن ناصر الدین وغیر ہم نے اسے صحیح وحسن قرار دیا ہے۔

دوسرا حوالہ۔غلام مصطفی ظہیر امن پوری

اللہ رب العزت کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو نوافل کے ذریعہ سے اپنا قرب بخشا، نیز ان کو مغفرت و معافی کے اسباب عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک نماز تسبیح ہے۔ یہ بڑی فضیلت والی نماز ہے، روزانہ پڑھیں، ہفتہ میں یا مہینہ میں یا سال کے بعد یا زندگی میں ایک بار پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت و برکت سے جھولی بھر لیں۔

اس نماز کا ثبوت اور طریقہ ملاحظہ ہو: قال الإمام أبو داود : حدثنا عبد الرحمن بن بشر بن الحكم النيسابوري ، حدثنا موسى بن عبدالعزيز ، حدثنا الحكم بن ابان عن عكرمة عن ابن عباس : أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للعباس بن عبد المطلب: يا عباس! يا عماه! ألا

أعطيك ؟ ألا أمنحك؟ ألا أحبوك؟ ألا أفعل بك عشر خصال اذ انت فعلک ذلک غفرالله لک ذنبک اول و آخره، قديمه وحديثه خطأه وعمده ، صغيره وكبيره، سرّه وعلانيته ، عشر خصال؟ ان تصلى اربعه ركعات، تقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة، فإذا فرغت من القراءة في أول ركعة وأنت قائم، قلت سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله اكبر خمس عشرة مره ثم تركع فتقولها وأنت راكع عشرا، ثم ترفع رأسك من الركوع، فتقولها عشرا، ثم تهوى ساجدا، فتقولها عشرا، وأنت ثمّ ترفع رأسك من السجود، فتقولها عشرا،ثمّ تسجد فتقولها عشرا، ثمّ تسجد فتقولها عشرا، ثم ترفع راسک فتقولها عشرا ، فذلك خمس و سبعون فی کل ركعة تفعل ذلك في أربع ركعات، إن استطعت أن تصليها في كل يوم مرة، فافعل، فإن لم تفعل، ففي كل جمعة مرّة، فإن لم تفعل ففی کلّ شهر مرّة، فإن لم تفعل ففی كل سنة مرّة، فإن لم تفعل ففي عمرک مرّة.

''سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں آپ کو تحفہ نہ دوں، کیا میں آپ کو گراں مایہ چیز مفت میں عطا نہ کر دوں، کیا میں آپ کے لیے دس خصلتیں بیان نہ کر دوں کہ جب آپ ان کو کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اول و آخر، قدیم و جدید غلطی سے سرزد ہونے والے اور جان بوجھ کر کیے ہوئے صغیر و کبیر، مخفی و ظاہری تمام گناہ معاف کر دے؟ وہ دس خصلتیں یہ ہیں کہ آپ چار رکعات ادا کریں۔ ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور ایک سورت پڑھیں پھر پہلی رکعت میں قرآت سے فارغ ہو کر قیام کی حالت میں ہی پندرہ دفعہ یہ دعا پڑھیں۔''

سُبْحَانَ اللَّهِ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ،وَاللهُ أَكْبَرُ(اللہ تعالی پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اس کے سوا کوئی الہ نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے)، پھر آپ رکوع کریں اور (رکوع کی تسبیحات کے بعد) رکوع کی حالت میں دس مرتبہ یہ پڑھیں، پھر آپ رکوع سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں آپ سجدے کے جھک جائیں اور سجدے کی حالت میں (تسبیحات کے بعد) دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ سجدے سے اپنا سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ دوسرا سجدہ کریں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ سجدے سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں۔ یہ ہر رکعت میں کل پچھتر تسبیحات ہو جائیں گی۔ چاروں رکعتوں میں اسی طرح کریں۔ اگر آپ روزانہ یہ نماز پڑھ سکتے ہیں تو روزانہ پڑھیں، ورنہ ہر ہفتے، ورنہ ہر مہینے ایک مرتبہ پڑھ لیں۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو زندگی میں ایک مرتبہ یہ نماز پڑھ لیں۔

(سنن ابی داود : ١٢٩٧، سنن ابن ماجه : ١٣٨٧، صحيح ابن خزيمة : ١٢١٦، المعجم الكبير للطبراني : ١١٦٢٢، المستدرك للحاكم : ١/٣١٨، وسنده حسن)

ابو حامد احمد بن محمد بن الحسن الشرقی الحافظ کہتے ہیں: میں نے امام مسلم رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لا يروى في هذا الحديث إسناد أحسن من هذا۔ "اس حدیث کی اس سے بڑھ کر بہتر سند کوئی نہیں بیان کی گئی۔"

(الارشاد في معرفة علماء الحديث للخليلي: ٣٢٦٨، وسنده صحيح)

ابن شاہین رحمہ اللہ (۳۸۵-۲۹۷ھ) فرماتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد سے سنا: أصح حديثا في التسبيح حديث العباس۔ نماز تسبیح کے بارے میں سب سے صحیح حدیث، سیدنا عباس کی حدیث ہے۔ (الثقات شاہین: ١٣٥٦)

حافظ منذری رحمہ اللہ (581-686): صحح حديث عكرمة عن ابن عباس هذا جماعته، منهم : الحافظ أبوبكر الآجری ، وشيخنا أبو محمد عبدالرحيم المصری ، و شيخنا الحافظ الحافظ أبو الحسن المقدسي۔ "اس حدیث کو آئمہ کرام کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے، ان میں سے حافظ ابو بکر الآجری ہیں اور ہمارے شیخ حافظ ابو الحسن المقدسی ہیں۔ (الترغيب والترهيب للمنذري: ١/٤٦٨)

حافظ علائی رحمہ اللہ (۷۶۱-۶۹۴ھ) لکھتے ہیں: حديث حسن صحيح رواه أبوداود وابن ماجه بسند جيد إلى ابن عباس۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس کو امام ابوداؤد اور امام ابنِ ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (النقد الصحیح: ص ۳۰)

حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (۸۰۴-۷۲۳ھ) فرماتے ہیں: وهذا الإسناد جيد۔ یہ سند جید ہے۔

(البدر المنیر لابن الملقن: ٤/٢٣٥)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: وھذا اسناد حسن۔ یہ سند حسن ہے۔

(اللآلي المصنوعة في الاحاديث الموضوعة: ٢/٣٥)

اس حدیث کے متعلق حافظ نووی (٦٣١-٦٧٦ھ) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) کی کلام متناقض ہے۔ بعض اہل علم کا اس حدیث کی صحت کا انکار کرنا بے معنی ہے۔ علمائے کرام نے اس نماز کے ثبوت وفضیلت پر ایک درجن سے زائد تصانیف کی ہیں۔ اس حدیث کے راویوں کے متعلق محدثین کی شہادتیں ملاحظہ ہوں:

1۔ **عبدالرحمن بن بشر بن الحکم النیسابوری:** یہ ثقہ ہیں۔ (تقریب التھذیب لابن حجر: ۳۸۱۰)

2۔ **موسیٰ بن عبد العزیز العدنی:** جمہور محدثین کے نزدیک "حسن الحديث" ہیں۔ ان کے بارے میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا أرى به بأسا۔ میں اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتا۔"

(العلل و معرفة الرجال لاحمد بن حنبل: ۳۹۱۹، الجرح والتعديل لابن ابي حاتم: ٨/١٥١)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات 9/159) اور امام ابن شاہین رحمہ اللہ (الثقات: 1352) نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ (۱۲۶-۲۱۱) سے ان کے بارے میں پوچھا تو: فأحسن الثناء عليه۔ آپ نے اس کی تعریف کی۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم 1/319 وسندہ صحیح)

رہا امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا اسے "ضعیف" کہنا۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر: ۱۰/۳۱۸)

تو یہ ثابت نہیں ہو سکا۔ ثابت ہونے کی صورت میں جمہور کی توثیق کے مقابلہ میں ناقابل التفات ہے۔ الحافظ السلیمانی کا ان کو "منكر الحديث" کہنا بھی مردود ہے۔ اولاً یہ جمہور کے خلاف ہے۔ ثانیاً حافظ سلیمانی، ثقہ راویوں کے بارے میں اس طرح کے سخت کلام کرتے رہتے ہیں۔ خود حافظ سلیمانی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رأيت للسليماني كتابا ، فيه حط على كبار ، فلا يسمع منه ما شذّ فيه۔

میں نے حافظ سلیمانی کی ایک کتاب دیکھی ہے، جس میں بڑے بڑے علماء پر کلام کیا گیا ہے۔ ان کی وہ بات نہیں سنی جائے گی، جس میں انہوں نے عام علماء سے شذوذ اختیار کیا ہے۔" (سیر اعلام النبلاء للذہبي: ۱۷/۲۰۳)

موسیٰ بن عبدالعزیز کی دوسری روایات کی علمائے کرام نے تصحیح کر رکھی ہے۔ یہ ان کی توثیق ہے

3۔ **الحکم بن ابان العدنی:** اس راوی کی کبار محدثین نے توثیق کر رکھی ہے، سوائے امام ابن عدی رحمہ اللہ کے۔ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ للہ کا "ارم به" (اس کو پھینک دو) کہنا ثابت نہیں، کیونکہ امام عقیلی رحمہ اللہ کے استاذ عبداللہ بن محمد بن سعدویہ کی توثیق نہیں مل سکی۔ اگر بالفرض یہ ثابت ہو بھی جائے تو جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلہ میں مردود ہے۔

4۔ **عکرمہ مولیٰ ابن عباس:** جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (458-384ھ) لکھتے ہیں: وعكرمة عند أكثر الأئمةمن الثقات الأثبات۔

عکرمہ اکثر آئمہ کے نزدیک ثقہ ثبت راویوں میں سے ہیں۔ (السنن الکبری للبیقي: ۸/۲۳٤)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵-۷۶۲ھ) لکھتے ہیں: "جمہور نے ان کی توثیق کی ہے اور ان سے حجت لی ہے۔"

والجمهور و ثقوه وحتجو به۔ (عمدة القاري للعيني: ۱/۸)

خلاصۃ الکلام: صلاۃ التسبیح کے بارے میں حدیث ابن عباس کی سند بلاشک وشبہ "حسن" ہے۔ ان شاءاللہ!

تنبیہ بلیغ: صلاۃ التسبیح کے بارے میں سنن ابی داؤد (۱۲۹۹) میں ایک انصاری صحابی سے بھی حدیث آتی ہے، جس کی سند بالکل صحیح ہے، لہذا نماز تسبیح کے ثبوت میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

امین اللہ پشاوری کا احناف پر بہتان

خیبر پختونخوا کے معروف غیر مقلد عالم امین اللہ پشاوری لکھتے ہیں:

ہم قرآن کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں جبکہ احناف قرآن کو اللہ تعالی کی مخلوق سمجھتے ہیں۔(حقیقۃ التقلید ص40)

فقہ وحدیث کے ماہر نامور حنفی عالم امام ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب العقیدۃ الطحاویہ میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف وامام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مومنین یقین رکھتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے اور قرآن پاک نہ ہی مخلوق ہے اور نہ ہی مخلوق کے کلام کے مشابہ ہے۔

جس نے قرآن پاک سن کر خیال کیا کہ یہ انسان کا کلام ہے اس نے کفر کیا ایسا شخص کی اللہ تعالی نے مذمت بیان کی ہے اور اسے سخت ناپسند کیا ہے نیز اس شخص کے ساتھ اللہ تعالی نے جہنم کا وعدہ کیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

کہ میں عنقریب اس کو داخل کروں گا جہنم میں۔ جب اللہ نے جہنم کا وعدہ کیا ہے اس شخص کے ساتھ جو کہتا ہے کہ "یہ تو کلام ہی انسان کا ہے"، تو ہم کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ بیشک یہ انسان کے خالق کا قول ہے اور یہ انسانی کلام کی طرح ہے ہی نہیں۔

وَإِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللَّهِ مِنْهُ بَدَا بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا وَأَنْزَلَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَحْيًا وَصَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُونَ عَلَى ذَلِكَ حَقًّا وَأَيْقَنُوا أَنَّهُ كَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى بِالْحَقِيقَةِ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ كَكَلَامِ الْبَرِيَّةِ فَمَنْ سَمِعَهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ كَلَامُ الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ وَقَدْ ذَمَّهُ اللَّهُ وَعَابَهُ وَأَوعده بِسَقَرَ حَيْثُ قَالَ تَعَالَى (سَأُصْلِيهِ سَقَرَ) [الْمُدَّثِّرِ: ٢٦] فَلَمَّا أَوْعَدَ اللَّهُ بِسَقَرَ لِمَنْ قَالَ: (إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ) [الْمُدَّثِّرِ: ٣٢] عَلِمْنَا وَأَيْقَنَّا أَنَّهُ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشَرِ وَلَا يُشْبِهُ قَوْلَ البشر۔(شرح عقیدہ طحاویہ مع تعلیق البانی 40)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عقائد پر مشتمل اپنی کتاب الفقہ الاکبر میں فرماتے ہیں:

کہ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے۔ زبانوں پر پڑھا جاتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہمارے الفاظ ہماری کتابت اور ہماری قرآت مخلوق ہے البتہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔

االقرآن كَلَام الله تَعَالَى فِي الْمَصَاحِف مَكْتُوب وَفِي الْقُلُوب مَحْفُوظ وعَلى الألسن مقروء وعَلى النَّبِي عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام منزل ولفظنا بِالْقُرْآنِ مَخْلُوق وكتابتنا لَهُ مخلوقة وقراءتنا لَهُ مخلوقة وَالْقُرْآن غير مَخْلُوق۔(الفقه الاكبر ص20)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پورا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے میری گفتگو ہوتی رہی اس بارے میں کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں (مکمل بحث و تمحیص) کے بعد امام صاحب اور میں اس بات پر متفق ہوئے کہ جو شخص یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے۔

محدث ابو عبد اللہ الحافظ کہتے ہیں:

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں

٥٥١ - وَأَنْبَأَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ , إِجَازَةً , أنا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ , ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الدَّشْتَكِيُّ , قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ الْقَاضِي , يَقُولُ: كَلَّمْتُ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى سَنَةً جَرْدَاءَ فِي أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ أَمْ لَا؟ فَاتَّفَقَ رَأْيُهُ وَرَأْيِي عَلَى أَنَّ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ , فَهُوَ كَافِرٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رُوَاةُ هَذَا كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

وَقَالَ ابْن أبي حَاتِم الْحَافِظ حَدثنَا أَحْمد بن مُحَمَّد بن مُسلم حَدثنَا عَليّ بن الْحسن الكراعي قَالَ قَالَ أَبُو يُوسُف ناظرت أَبَا حنيفَة سِتَّة أشهر فاتفق رَأينَا على أَن من قَالَ الْقُرْآن مَخْلُوق فَهُوَ كَافِر۔ (العلو للعلی الغفار ص152)

حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں اس شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جو قرآن پاک کو مخلوق کہتا ہو اور جب بھی مجھ سے کسی نے ایسے شخص (قرآن پاک کو مخلوق کہنے والے) کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ پوچھا تو میں نے یہی کہا کہ اپنی نماز دہرا لو۔

قَالَ أَحْمد بن الْقَاسِم بن عَطِيَّة سَمِعت أَبَا سُلَيْمَان الْجوزجَاني يَقُول سَمِعت مُحَمَّد بن الْحسن يَقُول وَالله لَا أُصَلِّي خلف من يَقُول الْقُرْآن مَخْلُوق وَلَا أستفني أَلا أمرت بِالْإِعَادَةِ۔ (العلو للعلی الغفار رقم: 412 ص152)

غیر مقلد امین اللہ پشاوری کی عبارت اور اساطین احناف کی صراحت دیکھنے والا بندہ اس نتیجہ پر ضرور پہنچے گا کہ غیر مقلد حضرات احناف کی دشمنی میں بہتان تراشی سے بھی گریز نہیں کرتے۔

غیر مقلدین اکابرِ دیوبند کی نظر میں

امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے استاذ جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا عبد القدیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ (راولپنڈی) رقمطراز ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث کہلانے والے یا اہل قرآن کا نام رکھنے والے یا لعین قادیان کے ماننے والے ایک ہی باغ کی پیداوار ہیں ۔ آپ نے صحیح تحریر فرمایا کہ انگریزی پشت پناہی سے ان درختوں کو پھل پھول لگا۔ تفریق بین المسلمین کا راستہ جس نے ایجاد کیا اس کو سرکارانگریز اور اس کے حواری خوب اپناتے رہے اور اہل حق کے بالمقابل ابھارتے رہے ۔ لیگ کے دورِ حکومت میں بھی یہی راستہ چلا گیا۔ میں نے ایک ضدی اہل حدیث بننے والے کو کہا کہ تم تو انگریزی دور کی پیداور ہو جیسے قادیانی ۔ اس نے کہا ''کیسے''؟ میں نے کہا کہ میں یہ کلمہ عناد اور ضد سے نہیں کہتا بلکہ دلیل سے کہتا ہوں وہ یہ کہ:

''جہاں انگریز کا منحوس قدم گیا وہاں تم ہو اور جہاں اس کا قدم نہیں پہنچا وہاں تم نہیں ہو۔ دیکھا کہ کابل کے ملک میں ،عرب ترک میں انگریز نہیں جاسکا وہاں تم نہیں ہو۔ یہ دلیل ہے کہ تم انگریز ی آثار کی پیداوار ہو۔''

وہ کہنے لگا کیسے ہم تو حجاز میں ہیں؟میں نے کہا تم تو ایسے بدتمیز ہو کہ اپنے پرائے کو نہیں پہچانتے ۔ وہا ں جو لوگ تمہیں رفع یدین ، آمین کہنے والے نظر آتے ہیں وہ اور لوگ ہیں تم نہیں ہو۔وہ تو یا شافعی المذہب ، یا امام احمدؒوغیرہ کے مذہب والے ہیں ۔ تم لوگ کوئی یہاں کا گیا ہوا ہوتو ممکن ہے ورنہ وہ لوگ آئمہ مذاہب کے پیروکار ہیں ۔تمہارے لوگ لا مذہب ہیں۔ (تقریظ برالکلام المفید)

قبورِ صالحین سے فیض کا ثبوت صحابہ کرام سے

حضرت عمرو بن میمون فرماتے ہیں:

میری موجودگی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اے عبداللہ! ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا اور کہہ کہ عمر بن خطاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور پھر ان سے پوچھنا کہ کیا مجھے میرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی آپ کی طرف سے اجازت مل سکتی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے پسند کر رکھا تھا لیکن آج میں اپنے پر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا پیغام لائے ہو؟ کہا کہ امیر المؤمنین انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے کہ اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ مجھے اور کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ لیکن جب میری روح قبض ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور پھر دوبارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میرا اسلام پہنچا کر ان سے کہنا کہ عمر نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ اگر اس وقت بھی وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کر دینا' ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ , قَالَ : رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , قَالَ : يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا , فَقُلْ : يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ، ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ ، قَالَتْ : كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي ، فَلَمَّا أَقْبَلَ , قَالَ لَهُ : مَا لَدَيْكَ ؟ , قَالَ : أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، قَالَ : مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجَعِ ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ، ثُمَّ سَلِّمُوا ، ثُمَّ قُلْ : يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُونِي ، وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ۔

(صحیح البخاری حدیث 1392)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ صالحین کی ذات سے جس طرح ان کی زندگی میں فیوضات و برکات حاصل ہوتی ہیں اسی طرح ان کے انتقال کے بعد ان کی قبور سے بھی فیض و برکت کا حصول ہوتا ہے ورنہ اگر جنت البقیع اور قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر برکات کا نزول یکساں ہے تو پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے درخواست کیوں کی کہ ان کو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت دی جائے؟؟؟

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی درخواست اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نیک آدمی کے انتقال کے بعد بھی اسکی قبر کے پاس اس کی ذات سے فیض وبرکت حاصل کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا یہ کہنا کہ : كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي

''وہ جگہ تو میں نے اپنے لئے مقرر کی ہوئی تھی'' بھی اس بات پر دال ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی انتقال کے بعد صالح کی ذات سے قبر کے پاس فیض وبرکت کے حصول کی قائل تھیں۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی درخواست اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے جواب پر خاموشی بھی اس بات کا پتا دیتی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ان حضرات کے موافق رائے رکھتے تھے۔

معروف شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ صالحین کے ساتھ قبور میں پڑوسی ہونے کی حرص کرنی چاہیئے اس امید ونیت سے کہ صالحین پر نازل ہونے والی رحمت اس کو بھی پہنچے گی اور نیک صالح لوگ جب ان کی زیارت کریں گے اور دعا کریں گے تو اس کو بھی ان کی دعاؤں سے حصہ ملے گا۔

فِيهِ الْحِرْصُ عَلَى مُجَاوَرَةِ الصَّالِحِينَ فِي الْقُبُورِ طَمَعًا فِي إِصَابَةِ الرَّحْمَةِ إِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِمْ وَفِي دُعَاءِ مَنْ يَزُورُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ۔(فتح الباری 258/3)

غالباً یہی وجہ ہے کہ اس روایت کو لانے والے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری کے تراجم ابواب ء نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور اور منبر رسول کے درمیان بیٹھ کر تحریر فرمائے ہیں۔ اگر قبر سے کوئی فیض وبرکت حاصل نہیں ہوتی ہے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اہم ترین کام کے لیے مقدس ترین جگہ کا انتخاب کیوں فرمایا؟؟؟

بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تو صحیح البخاری کے تراجم ابواب کی مقبولیت واہمیت کی وجہ ہی ان کو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحریر کرنا لکھا۔

كَذَلِكَ الْجِهَة الْعُظْمَى الْمُوجبَة لتقديمه وَهِي مَا ضمنه أبوابه من التراجم الَّتِي حيرت الأفكار وادهشت الْعُقُول والابصار وَانَّمَا بلغت هَذِه الرُّتْبَة وفازت بِهَذِهِ الخطوة لسَبَب عَظِيم أوجب عظمها وَهُوَ مَا رَوَاهُ أَبُو أَحْمد بن عدي عَن عبد القدوس بن همام قَالَ شهِدت عدَّة مَشَايِخ يَقُولُونَ حول البُخَارِيّ تراجم جَامعه يَعْنِي بيضها بَين قبر النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ومنبره۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج 1 ص 13)